حیات عیسیٰ علیہ سلام

قادیانی کتب کے مکمل حوالہ جات مع سکین

خاکپائے اکابرین ختم نبوت

تحقیق
تاج محمد رومی

ترتیب
حافظ محمد مدثر علی راؤ

معاون
حافظ محمد جنید الٰہی

قادیانی مکمل عقیدہ
وفات مسیح

جب حضرت عیسیٰ علیہ سلام کی عمر 33 برس اور 6 مہینے تھی

بلکہ جس طرح سویا ہوا آدمی دوسرے عالم میں چلا جاتا ہے اور اس حالت میں بسا اوقات وفات یافتہ لوگوں سے بھی ملاقات کرتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کشفی حالت میں اِس دنیا سے وفات یافتہ کے حکم میں تھے۔ ایسا ہی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ایک سو بیس[۱۲۰] برس عمر پائی ہے۔ لیکن ہر ایک کو معلوم ہے کہ واقعہ صلیب اُس وقت حضرت عیسیٰ کو پیش آیا تھا جبکہ آپ کی عمر طرف تینتیس[۳۳] برس اور چھ مہینے کی تھی اور اگر یہ کہا جائے کہ باقی ماندہ عمر بعد نزول پوری کر لیں گے تو یہ دعویٰ حدیث کے الفاظ سے مخالف ہے ماسوا اس کے حدیث سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود اپنے دعوے کے بعد چالیس برس دنیا میں رہے گا تو اس طرح پر تینتیس[۳۳] برس ملانے سے کل تہتّر[۷۳] برس ہوئے نہ ایک سو بیس[۱۲۰] برس۔ حالانکہ حدیث میں یہ ہے کہ ایک سو بیس برس اُن کی عمر ہوئی۔

اور اگر یہ کہو کہ ہماری طرح عیسائی بھی مسیح کی آمد ثانی کے منتظر ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ ابھی ہم بیان کر چکے ہیں مسیح نے خود اپنی آمد ثانی کو الیاس نبی کی آمد ثانی سے مشابہت دی ہے۔ جیسا کہ انجیل متی ۱۷ باب آیت ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ ماسوا اس کے عیسائیوں میں سے بعض فرقے خود اس بات کے قائل ہیں کہ مسیح کی آمد ثانی الیاس نبی کی طرح بروزی طور پر ہے۔ چنانچہ نیو لائف آف جیزس جلد اوّل صفحہ ۴۱۰ مصنفہ ڈی ایف سٹراس میں یہ عبارت ہے:-

(جرمن کے بعض عیسائی محققوں کی رائے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا)

Crucifiction they maintain, even if the feet as well as the hands are supposed to have been nailed occasions but very little loss of blood. It kills therefore only very slowly

تب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ سلام کو دو چوروں کیساتھ صلیب پر چڑھا دیا

اور عصر کا وقت۔ اور اتفاقاً یہ یہودیوں کی عید فسح کا بھی دن تھا۔ اس لئے فرصت بہت کم تھی اور آگے سبت کا دن آنے والا تھا جس کی ابتدا غروب آفتاب سے ہی سمجھی جاتی تھی کیونکہ یہودی لوگ مسلمانوں کی طرح پہلی رات کو اگلے دن کے ساتھ شامل کر لیتے تھے اور یہ ایک شرعی تاکید تھی کہ سبت میں کوئی لاش صلیب پر لٹکی نہ رہے۔ تب یہودیوں نے جلدی سے مسیح کو دو چوروں کے ساتھ صلیب پر چڑھا دیا تا شام سے پہلے ہی لاشیں اُتاری جائیں۔ مگر اتفاق سے اُسی وقت ایک سخت آندھی آگئی جس سے سخت اندھیرا ہو گیا۔ یہودیوں کو یہ فکر پڑ گئی کہ اب اگر اندھیری میں ہی شام ہو گئی تو ہم اس جرم کے مرتکب ہو جائیں گے جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے۔ سو انہوں نے اس فکر کی وجہ سے تینوں مصلوبوں کو صلیب پر سے اُتار لیا۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ بالا تفاق مان لیا گیا ہے۔ کہ وہ صلیب اس قسم کی نہیں تھی جیسا کہ آج کل کی پھانسی ہوتی ہے اور گلے میں رسّہ ڈالکر ایک گھنٹہ میں کام تمام کیا جاتا ہے۔ بلکہ اس قسم کا کوئی رسّہ گلے میں نہیں ڈالا جاتا تھا صرف بعض اعضاء میں کیلیں ٹھوکتے تھے اور پھر احتیاط کی غرض سے تین تین دن مصلوب بھوکے پیاسے صلیب پر چڑھائے رہتے تھے اور پھر بعد اس کے ہڈیاں توڑی جاتی تھیں اور پھر یقین کیا جاتا تھا کہ اب مصلوب مر گیا۔ مگر خدائے تعالیٰ کی قدرت سے مسیح کے ساتھ ایسا نہ ہوا۔ عید فسح کی کم فرصتی اور عصر کا تھوڑا سا وقت اور آگے سبت کا خوف اور پھر آندھی کا آجانا ایسے اسباب یکدفعہ پیدا ہو گئے جس کی وجہ سے چند منٹ میں ہی مسیح کو صلیب پر سے اُتار لیا گیا اور دونوں چور بھی اُتارے گئے۔ اور پھر ہڈیوں کے توڑنے کے وقت خدائے تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا یہ نمونہ دکھایا کہ بعض سپاہی پلاطوس کے جن کو در پردہ خواب کا خطرناک انجام سمجھایا گیا تھا وہ اس وقت موجود تھے جن کا مدعا یہی تھا کہ کسی طرح یہ بلا مسیح کے سر پر سے ٹل جائے ایسا نہ ہو کہ مسیح کے قتل ہونے کی وجہ سے وہ خواب سچی ہو جائے جو پلاطوس کی عورت نے دیکھی تھی۔ اور ایسا نہ ہو کہ پلاطوس کی

﴿۳۸۱﴾ ﴿۳۸۲﴾

اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ سلام کے ہاتھوں اور پیروں میں کیل ٹھوکے گئے

﴿۱۸﴾ بعد جینا مراد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ چونکہ یہودیوں اور عام لوگوں کی نظر میں وہ صلیب پر مر چکا تھا اس لئے مسیح نے پہلے سے اُن کے آئندہ خیالات کے موافق یہ کلمہ استعمال کیا۔ اور در حقیقت جس شخص کو صلیب پر کھینچا گیا اور اس کے پیروں اور ہاتھوں میں کیل ٹھوکے گئے یہاں تک کہ وہ اس تکلیف سے غشی میں ہو کر مردہ کی سی حالت میں ہو گیا۔ اگر وہ ایسے صدمہ سے نجات پا کر پھر ہوش کی حالت میں آ جائے تو اس کا یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ میں پھر زندہ ہو گیا اور بلا شبہ اس صدمہ عظیمہ کے بعد مسیح کا بچ جانا ایک معجزہ تھا معمولی بات نہیں تھی۔ لیکن یہ درست نہیں ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ مسیح کی جان نکل گئی تھی۔ سچ ہے کہ انجیلوں میں ایسے لفظ موجود ہیں لیکن یہ اسی قسم کی انجیل نویسوں کی غلطی ہے جیسا کہ اور بہت سے تاریخی واقعات کے لکھنے میں انہوں نے غلطی کھائی ہے۔ انجیلوں کے محقق شارحوں نے اس بات کو مان لیا ہے کہ انجیلوں میں دو حصے ہیں (۱) ایک دینی تعلیم ہے جو حواریوں کو حضرت مسیح علیہ السلام سے ملی تھی جو اصل روح انجیل کا ہے۔ (۲) اور دوسرے تاریخی واقعات ہیں جیسے حضرت عیسیٰ کا شجرہ نسب اور ان کا پکڑا جانا اور مارا جانا اور مسیح کے وقت میں ایک معجزہ نما تالاب کا ہونا وغیرہ یہ وہ امور ہیں جو لکھنے والوں نے اپنی طرف سے لکھے تھے۔ سو یہ باتیں الہامی نہیں ہیں بلکہ لکھنے والوں نے اپنے خیال کے موافق لکھی ہیں اور بعض جگہ مبالغہ بھی حد سے زیادہ کیا ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ لکھا ہے کہ جس قدر مسیح نے کام کئے یعنی معجزات دکھلائے اگر وہ کتابوں میں لکھے جاتے تو وہ کتابیں دنیا میں سما نہ سکتیں۔ یہ کس قدر مبالغہ ہے۔

ماسوا اس کے ایسے بڑے صدمہ کو جو مسیح پر وارد ہوا تھا موت کے ساتھ تعبیر کرنا خلاف محاورہ نہیں ہے۔ ہر ایک قوم میں قریباً یہ محاورہ پایا جاتا ہے کہ جو شخص ایک مہلک صدمہ میں مبتلا ہو کر پھر آخر بچ جائے اس کو کہا جاتا ہے کہ نئے سرے زندہ ہوا اور کسی قوم اور ملک کے محاورہ میں ایسی بول چال میں کچھ بھی تکلف نہیں۔

ان سب امور کے بعد ایک اور بات ملحوظ رکھنے کے لائق ہے کہ برناباس کی انجیل

بعد میں حضرت عیسیٰ علیہ سلام کفار کے ہاتھوں سے بچ کر چھپ کر ہندوستان چلے آئے

﴿۱۵﴾

کے دور کرنے کے لئے مسیح موعود کا آسمان سے اترنا خلاف واقعہ ثابت کر دیا ہے۔ کیونکہ خدا کے فضل سے میری کوششوں سے ثابت ہو چکا ہے اور اب تمام انسانوں کو بڑے بڑے دلائل اور کھلے کھلے واقعات کی وجہ سے ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز آسمان پر مع جسم عنصری نہیں گئے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اور ان دعاؤں کے قبول ہونے کی وجہ سے جو تمام رات حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی جان بچانے کے لئے کی تھیں صلیب سے اور صلیبی لعنت سے بچائے گئے اور ہندوستان میں آئے اور بدھ مذہب کے لوگوں سے بحثیں کیں آخر کشمیر میں وفات پائی اور محلہ خان یار میں آپ کا مزار مقدس ہے جو شہزادہ نبی کے مزار کے نام پر مشہور ہے۔ پھر جب کہ آسمان سے آنے والا ثابت نہ ہو سکا بلکہ اس کے برخلاف ثابت ہوا تو اس مہدی کا وجود بھی جھوٹ ثابت ہو گیا جس نے ایسے مسیح کے ساتھ مل کر خونریزیاں کرنا تھا۔ کیونکہ بموجب قاعدہ تحقیق اور منطق کے دو لازمی چیزوں میں سے ایک چیز کے باطل ہونے سے دوسری چیز کا بھی باطل ہونا لازم آیا۔ لہٰذا ماننا پڑا کہ یہ سب خیالات باطل اور بے بنیاد اور لغو ہیں اور چونکہ توریت کے رو سے مصلوب لعنتی ہو جاتا ہے اور لعنت کا لفظ عبرانی اور عربی میں مشترک ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ ملعون خدا سے درحقیقت دور جا پڑے اور خدا اس سے بیزار ہو جائے اور وہ خدا سے بیزار ہو جائے اور خدا اس کا دشمن اور وہ خدا کا دشمن ہو جائے تو پھر نعوذ باللہ خدا کا ایسا پیارا۔ ایسا برگزیدہ۔ ایسا مقدس نبی جو مسیح ہے اس کی نسبت ایسی بے ادبی کوئی سچی تعظیم کرنے والا ہرگز نہیں کرے گا اور پھر واقعات نے اور بھی اس پہلو کو ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے۔ بلکہ اس ملک سے کفار کے ہاتھ سے نجات پا کر پوشیدہ طور پر ہندوستان کی طرف چلے آئے۔ لہٰذا ان نادان مولویوں کے یہ سب قصے باطل ہیں اور یہ سب **خطرناک امیدیں** لغو ہیں اور ان کا نتیجہ بھی بجز مفسدانہ خیالات کے اور کچھ نہیں۔ اگر میرے مقابل پر ان لوگوں کے اعتقادات کا

اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ سلام 120 سال کی عمر پا کر سرینگر کشمیر میں فوت ہوگئے

﴿۱۲﴾ کروی شکل پر پیدا کر کے اپنے قانون قدرت میں یہ ہدایت منقوش کی کہ اس کی ذات میں کرویت کی طرح وحدت اور یک جہتی ہے اس لئے بسیط چیزوں میں سے کوئی چیز سہ گوشہ پیدا نہیں کی گئی یعنی جو کچھ خدا کے ہاتھ سے پہلے پہلے نکلا جیسے زمین، آسمان، سورج، چاند اور تمام ستارے اور عناصر وہ سب کروی ہیں جن کی کرویت توحید کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ سو عیسائیوں سے سچی ہمدردی اور سچی محبت اس سے بڑھ کر اور کوئی نہیں کہ اس خدا کی طرف ان کو رہبری کی جائے جس کے ہاتھ کی چیزیں اس کو تثلیث سے پاک ٹھہراتی ہیں۔

اور مسلمانوں کے ساتھ بڑی ہمدردی یہ ہے کہ ان کی اخلاقی حالتوں کو درست کیا جائے اور ان کی ان جھوٹی امیدوں کو کہ ایک خونی مہدی اور مسیح کا ظاہر ہونا اپنے دلوں میں جمائے بیٹھے ہیں جو اسلامی ہدایتوں کی سراسر مخالف ہیں زائل کیا جائے۔ اور میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ حال کے بعض علماء کے یہ خیالات کہ مہدی خونی آئے گا اور تلوار سے اسلام کو پھیلائے گا یہ تمام خیالات قرآنی تعلیم کے مخالف اور صرف نفسانی آرزوئیں ہیں اور ایک نیک اور حق پسند مسلمان کے لئے ان خیالات سے باز آجانے کے لئے صرف اسی قدر کافی ہے کہ قرآنی ہدایتوں کو غور سے پڑھے اور ذرہ ٹھہر کر اور فکر اور سوچ سے کام لے کر نظر کرے کہ کیونکر خدائے تعالیٰ کا پاک کلام اس بات کا مخالف ہے کہ کسی کو دین میں داخل کرنے کے لئے قتل کی دھمکی دی جائے۔ غرض یہی ایک دلیل ایسے عقیدوں کے باطل ثابت کرنے کے لئے کافی ہے لیکن تاہم میری ہمدردی نے تقاضا کیا کہ تاریخی واقعات وغیرہ روشن ثبوتوں سے بھی مذکورہ بالا عقائد کا باطل ہونا ثابت کروں۔ سو میں اس کتاب میں یہ ثابت کروں گا کہ حضرت مسیح علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے اور نہ کبھی امید رکھنی چاہیئے کہ وہ پھر زمین پر آسمان سے نازل ہوں گے بلکہ وہ ایک سو بیس برس کی عمر پا کر سرینگر کشمیر میں فوت ہوگئے اور سرینگر محلہ خان یار میں ان کی قبر ہے۔ اور میں نے صفائی بیان کے لئے اس تحقیق کو دس باب اور ایک خاتمہ پر منقسم کیا ہے۔ (۱) اول وہ شہادتیں جو اس بارے میں انجیل سے ہم کو ملی ہیں۔ (۲) دوم وہ شہادتیں جو اس بارے میں

سورۃ آل عمران

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسَىٰ اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۖ ثُـمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُـمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (55)

جس وقت اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ! بے شک میں تمہیں پورا لینے والا ہوں اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تمہیں کافروں سے پاک کرنے والا ہوں اور جو لوگ تیرے تابعدار ہوں گے انہیں ان لوگوں پر قیامت کے دن تک غالب رکھنے والا ہوں، جو تیرے منکر ہیں پھر تم سب کو میری طرف لوٹ کر آنا ہوگا پھر میں تم میں فیصلہ کروں گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔

ترجمہ از حکیم نوردین

بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ ۔ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ

تصدیق براہین احمدیہ

بجواب

تکذیب۔ خبط۔ تنقیہ وغیرہ

از

حضرت حکیم مولوی نورالدین بھیرویؓ

خلیفۃ المسیح الاوّل

اور موسیٰ علیہ السلام کا ضعیف مگر سعید اور دشمنوں کی سختیوں پر صابر گروہ آخر اسی قاعدہ الٰہی کے مطابق کہ صادق بخلاف کاذب ومکذب کامیاب ہوتا ہے کامیاب ہوا۔

[۱] وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ڏ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ (الاعراف: ۱۳۸)

بے بس نہایت خاکسار، بنی اسرائیل کے گھرانے کے خاتم الانبیاء، رسول، مسیح ابن مریم علیہما السلام کے قسی القلب دشمن کدھر گئے؟ کوئی ان کا پتہ بتا سکتا ہے؟ ان ”بے ایمان“ ”سانپوں“ اور ”سانپوں کے بچوں“ پر فتویٰ لگ گیا۔ ان پر حکم ہو چکا۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کے اتباع جس جاہ وحشم کے ساتھ جناب مسیح علیہ السلام کے منکروں پر حکمران ہیں اس سے ہندوالے کیا تمام آباد دنیا بے خبر نہیں۔

ہمارے ہادی (اے رب اے رحمٰن اے رحیم مولیٰ کریم مجھے بھی اس کے خدام میں رکھیو اور اسی کی مرافقت جنت میں عطا کریو) کے آیات نبوت میں حضرت مسیح کے اتباع اور ان کے منکروں کا تذکرہ بطور پیشگوئی مندرج ہے۔ اس پر غور کرو۔

[۲] اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (ال عمران: ۵۶)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اتباع اور ان کے ساتھ والے مسلمان ہیں یا عیسائی اور ان

---

۱ اور ہم نے مالک بنایا موسیٰ کی ضعیف قوم کو مبارک ملک شام کی تمام زمین کا۔ اور پوری ہوئی اچھی بات تیرے رب کی بنی اسرائیل پر اس لئے کہ صابر ہوئے اور خراب کیا اس کو جسے بنایا فرعون اور اس کی قوم نے۔

۲ جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں لینے والا ہوں تجھ کو اور بلند کرنے والا ہوں اپنی طرف اور پاک کرنے والا۔ تجھے کافروں سے اور کرنے والا ہوں تیرے اتباع کو کافروں کے اوپر قیامت تک۔

ترجمہ از مرزا غلام قادیانی

اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْنَ [۱] الجزو نمبر ۴ سورہ ال عمران وَلَوْلَآ اَنْ تُصِیْبَهُمْ مُّصِیْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ فَیَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِکَ وَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ [۲] وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ ﴿۵۲۰﴾

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

آیت میں تعلیم کی گئی ہے۔ جو فرمایا ہے۔ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس میں انسان کو خدا کی محبت اور اس کے غیر کی عداوت سرشت میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور بطریق طبیعت اس میں قیام پکڑتی ہے ﴿۵۲۰﴾

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

ہرگز نہیں مانیں گے جب تک خدا کو بچشم خود دیکھ نہ لیں۔ سفیہ بجز ضربۂ ہلاکت کے کسی چیز کو باور نہیں کرتا میرا اور تیرا دشمن ہے۔ کہہ خدا کا امر آیا ہے سو تم جلدی مت کرو جب خدا کی مدد آئے گی تو کہا جائے گا کہ کیا میں تمہارا خدا نہیں کہیں گے کہ کیوں نہیں۔ انی متوفیک و رافعک الی وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامة۔ ولا تهنوا ولا تحزنوا و کان اللّٰہ بکم رء وفا رحیما. الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیهم ولا هم یحزنون. تموت وانا راض منک فادخلوا الجنة ان شاء اللّٰہ امنین. سلام علیکم طبتم فادخلوها امنین. سلام علیک جعلت مبارکا. سمع اللّٰہ انه سمیع الدعاء انت مبارک فی الدنیا والاخرة. امراض الناس وبرکاته ان ربک فعال لما یرید. اذکر نعمتی التی انعمت علیک وانی فضلتک علی العلمین. یا ایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیةً فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی. منّ ربکم علیکم و احسن الی احبابکم وعلمکم مالم تکونوا تعلمون. وان تعدوا نعمة اللّٰہ لا تحصوها ۔ میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ اور جو لوگ تیری متابعت اختیار کریں یعنی حقیقی طور پر اللہ و رسول کے متبعین میں داخل ہو جائیں ان کو ان کے مخالفوں پر کہ جو انکاری ہیں۔ قیامت تک غلبہ بخشوں گا یعنی

[۱] ال عمران:۱۰۴ [۲] القصص:۴۸

طور سے خبر دے سکتا ہے کہ گویا وہ موجود ہے۔ کیا چھ سال کی میعاد بیان کرنا اور عید کے دوسرے دن کا پتہ دینا اور صورت موت بیان کر دینا یہ خدا سے ہونا محال ہے؟ اگر خدا سے محال ہے تو ان قیدوں کے ساتھ انسان کی اپنی پیشگوئی کیونکر ممکن ہے۔ کیا دور دراز عرصہ سے ایسی صحیح خبریں دینا انسان کا کام ہے؟ اگر ہے تو اس کی دنیا میں کوئی نظیر پیش کرو۔ گورنمنٹ کو یہ فخر ہونا چاہئے کہ اس ملک میں اور اس کے زمانہ بادشاہت میں خدا اپنے بعض بندوں سے وہ تعلق پیدا کر رہا ہے کہ جو قصوں اور کہانیوں کے طور پر کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ اس ملک پر یہ رحمت ہے کہ آسمان زمین سے نزدیک ہوگیا ہے۔ ورنہ دوسرے ملکوں میں اس کی نظیر نہیں!

یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ مختلف مقامات پنجاب سے کئی خط میرے پاس پہنچے ہیں جن میں بعض آریہ صاحبوں کے جوشوں اور نامناسب منصوبوں کا تذکرہ ہے۔ میرے پاس وہ خط بحفاظت موجود ہیں۔ اور اس جگہ کے بعض آریہ کو میں نے وہ خط دکھلا دیئے ہیں۔ چنانچہ ایک خط جو گوجرانوالہ سے ایک معزز اور رئیس کا مجھ کو پہنچا ہے اس کا مضمون یہ ہے کہ ”اس جگہ دو دن تک جلسہ ماتم لیکھرام ہوتا رہا اور قاتل کے گرفتار کنندہ کے لئے ہزار روپیہ انعام قرار پایا ہے اور دو سو اس کے لئے جو نشان دہی کرے۔ اور خارجاً سنا گیا ہے کہ ایک خفیہ انجمن آپ کے قتل کے لئے منعقد ہوئی ہے☆ اور اس انجمن کے ممبر قریب قریب شہروں کے لوگ (جیسے لاہور، امرتسر، بٹالہ اور خاص گوجرانوالہ کے ہیں) منتخب ہوئے ہیں۔ اور تجویز یہ ہے کہ بیس ہزار روپیہ چندہ ہو کر کسی شریر طامع کو اس کام کیلئے مامور کریں تا وہ موقعہ پا کر قتل کر دے۔☆☆ چنانچہ دو ہزار روپیہ تک چندہ کا بندوبست ہو بھی گیا ہے۔ باقی دوسرے شہروں اور دیہات سے وصول کیا جائے گا“۔ پھر بعد اس کے

﴿۲۰﴾

☆ یہی خبر اجمالاً پیسہ اخبار میں بھی لکھی ہے۔ منہ

☆☆ براہین احمدیہ کا وہ الہام یعنی یا عیسٰی انّی متوفیک جو سترہ برس سے شائع ہو چکا ہے اس کے اس وقت خوب معنے کھلے یعنی یہ الہام حضرت عیسٰیؑ کو اس وقت بطور تسلی ہوا تھا جب یہود ان کے مصلوب کرنے کے لئے کوشش کر رہے تھے۔ اور اس جگہ بجائے یہود ہنود کوشش کر رہے ہیں اور الہام کے یہ معنے ہیں کہ میں تجھے ایسی ذلیل اور لعنتی موتوں سے بچاؤں گا۔ دیکھو اس واقعہ نے عیسٰیؑ کا نام اس عاجز پر کیسے چسپاں کر دیا ہے۔ منہ

اس کے ہاتھ سے دین اسلام کو تمام دینوں پر غلبہ بخشے اور ابتداء میں ضرور ہے کہ اس مامور اور اس
کی جماعت پر ظلم ہو لیکن آخر میں **فتح ہوگی** اور یہ دین اس مامور کے ذریعہ سے تمام ادیان پر غالب
آ جائے گا اور دوسری تمام ملتیں بیّنہ کے ساتھ ہلاک ہو جائیں گی۔ دیکھو! یہ کس قدر عظیم الشان
پیشگوئی ہے اور یہ وہی **پیشگوئی** ہے جو ابتداء سے اکثر علماء کہتے آئے ہیں کہ مسیح موعود کے حق میں
ہے اور اس کے وقت میں **پوری** ہوگی اور براہین احمدیہ میں سترہ [۱۷] برس سے مسیح موعود کے دعوے سے
پہلے درج ہے تا خدا ان لوگوں کو شرمندہ کرے کہ جو اس عاجز کے دعویٰ کو انسان کا افتراء خیال
کرتے ہیں۔ براہین خود گواہی دیتی ہے کہ اس وقت اس عاجز کو اپنی نسبت مسیح موعود ہونے کا
خیال بھی نہیں تھا اور پرانے عقیدہ پر نظر تھی۔ لیکن خدا کے الہام نے اسی وقت گواہی دی تھی کہ تو ﴿۳۷﴾
مسیح موعود ہے۔ کیونکہ جو کچھ آثار نبویہ نے مسیح کے حق میں فرمایا تھا الہام الٰہی نے اس عاجز پر جما دیا
تھا۔ یہاں تک کہ اسی براہین احمدیہ میں نام بھی عیسیٰ رکھ دیا۔ چنانچہ صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ میں یہ
الہام موجود ہے **یا عیسٰی انّی متوفّیک و رافعک الیّ و جاعل الذین اتبعوک
فوق الذین کفروا الی یوم القیامہ ثلّة من الاولین و ثلّة من الاٰخرین۔** یعنی اے عیسیٰ
میں تجھے طبعی وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ اور تیرے تابعین کو ان لوگوں پر غلبہ بخشوں گا
جو مخالف ہوں گے اور تیرے تابعین دو قسم کے ہوں گے پہلا گروہ اور پچھلا گروہ۔ یہ آیت
حضرت مسیح پر اس وقت نازل ہوئی تھی کہ جب ان کی جان یہودیوں کے منصوبوں سے نہایت
گھبراہٹ میں تھی اور یہودی اپنی خباثت سے ان کے مصلوب کرنے کی فکر میں تھے تا مجرمانہ موت
کا داغ ان پر لگ کر توریت کی ایک آیت کے موافق ان کو ملعون ٹھہراویں کیونکہ توریت میں لکھا تھا
کہ جو لکڑی پر لٹکایا جائے وہ لعنتی ہے۔ چونکہ صلیب کو جرائم پیشہ سے قدیم طریق سزا دہی کی وجہ
سے ایک مناسبت پیدا ہوگئی تھی اور ہر ایک خونی اور نہایت درجہ کا بدکار صلیب کے ذریعہ سے سزا
پاتا تھا اس لئے خدا کی تقدیر نے راستبازوں پر صلیب کو حرام کر دیا تھا تا پاک کو پلید سے
مشابہت پیدا نہ ہو۔ پس یہ عجیب بات ہے کہ کوئی نبی مصلوب نہیں ہوا تا ان کی سچائی عوام کی نظر

ایک عظیم الشان نشان جو سلسلہ نبوت سے مشابہ ہے یہ ہے کہ براہین احمدیہ میں ایک یہ پیشگوئی تھی۔ **یعصمک اللّٰہ وان لم یعصمک النّاس . وان لم یعصمک النّاس یعصمک اللّٰہ**۔ اِس پیشگوئی میں اُس زمانہ بلا اور فتنہ کی طرف اشارہ تھا جبکہ ہر ایک انسان مجھ سے منہ پھیر لے گا اور تباہ کرنے یا قتل کرنے کے منصوبے سوچیں گے۔ سو میرے دعویٔ مسیح موعود اور مہدی موعود کے بعد ایسا ہی ظہور میں آیا۔ تمام لوگ یکدفعہ برسرآزار ہوگئے اور انہوں نے اوّل یہ زور لگایا کہ کسی طرح نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ سے مجھے ملزم کرسکیں۔ پھر جبکہ وہ اس میں کامیاب نہ ہوسکے بلکہ برخلاف اس کے نصوص صریحہ اور قویہ سے یہ ثابت ہوگیا کہ فی الواقعہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت☆

☆ **حاشیہ** یاد رہے کہ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ نے یہ فیصلہ کردیا ہے کہ درحقیقت حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں۔ کیونکہ اس مدعا پر قرآن شریف کی دو آیتیں شاہد ناطق ہیں۔ (۱) اوّل یہ آیت اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ [1] یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ربّ کا وہ فضل اور کرم یاد کر جو اُس نے عیسیٰ علیہ السلام پر کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو یہ بشارت دی کہ اے عیسیٰ میں تجھے موت سے وفات دوں گا یعنی تو مصلوب نہیں ہوگا اور تجھے وفات کے بعد اپنی طرف اُٹھاؤں گا یعنی تیرے برگزیدہ اور صادق ہونے کے بارے میں آثار قویہ اور جلیہ ظاہر کروں گا اور اس قدر دنیا میں تیرا ذکر خیر باقی رہ جائے گا کہ یہ ثابت ہوجائے گا کہ تو خدا کا مقرب ہے اور اس کے حضرت قدس میں بلایا گیا ہے اور جو الزام تیرے پر لگائے جاتے ہیں اُن سب سے تیرا پاک دامن ہونا ثابت کردوں گا اور تیرے تابعین کو جو تیری صحیح صحیح تعلیم کی پیروی کریں گے حجت اور برہان کے رُو سے قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا کوئی ان کا مقابلہ نہیں کرسکے گا اور نیز تیرے مخالفوں اور گالیاں دینے والوں پر ذلّت ڈالوں گا وہ ہمیشہ ذلّت سے عمر بسر کریں گے۔ درحقیقت خدا تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے پردے میں ہمارے سیّد و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دے کر ایک بشارت دی ہے جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ جو تیرے مارنے کے درپے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ نور دُنیا

«۱۳۴»

[1] آل عمران:۵۶

اپنے پاس سے صدق کی روح پھونک دی خدا نے اس آیت ☆ میں میرا نام روح الصدق رکھا۔ یہ
اس آیت کے مقابل پر ہے کہ نَفَخْنَا فِیْہِ مِنْ رُّوْحِنَا۔ پس اس جگہ گویا استعارہ کے رنگ میں
مریم کے پیٹ میں عیسیٰ کی روح جا پڑی جس کا نام روح الصدق ہے پھر سب کے آخر صفحہ ۵۵۶
براہین احمدیہ میں وہ عیسیٰ جو مریم کے پیٹ میں تھا اُس کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ الہام
ہوا۔ **یا عیسٰی انی متوفّیک ورافعک الیّ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین
کفروا الٰی یوم القیامۃ** اس جگہ میرا نام عیسیٰ رکھا گیا اور اس الہام نے ظاہر کیا کہ وہ عیسیٰ پیدا
ہوگیا جس کے روح کا نفخ صفحہ ۴۹۶ میں ظاہر کیا گیا تھا۔ پس اس لحاظ سے میں عیسیٰ بن مریم کہلایا
کیونکہ میری عیسوی حیثیت مریمی حیثیت سے خدا کے نفخ سے پیدا ہوئی دیکھو صفحہ ۴۹۶ اور
صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ۔ اور اسی واقعہ کو سورۃ تحریم میں بطور پیشگوئی کمال تصریح سے بیان کیا گیا
ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اس اُمت میں اس طرح پیدا ہوگا کہ پہلے کوئی فرد اس اُمّت کا مریم بنایا جائے
گا اور پھر بعد اس کے اس مریم میں عیسیٰ کی روح پھونک دی جائے گی پس وہ مریمیّت کے رحم میں ﴿۴۶﴾
ایک مدت تک پرورش پا کر عیسیٰ کی روحانیت میں تولّد پائے گا اور اس طرح پر وہ عیسیٰ بن مریم
کہلائے گا یہ وہ خبر محمدی ابن مریم کے بارے میں ہے جو قرآن شریف یعنی سورۃ تحریم میں اس
زمانہ سے تیرہ سو[۱۳۰۰] برس پہلے بیان کی گئی ہے اور پھر براہین احمدیہ میں سورۃ التحریم کی ان آیات کی
خدا تعالیٰ نے خود تفسیر فرمادی ہے۔ قرآن شریف موجود ہے ایک طرف قرآن شریف کو رکھو اور
ایک طرف براہین احمدیہ کو اور پھر انصاف اور عقل اور تقویٰ سے سوچو کہ وہ پیشگوئی جو سورۃ تحریم میں
تھی یعنی یہ کہ اس اُمت میں بھی کوئی فرد مریم کہلائے گا اور پھر مریم سے عیسیٰ بنایا جائے گا گویا اس میں
سے پیدا ہوگا وہ کس رنگ میں براہین احمدیہ کے الہامات سے پوری ہوئی کیا یہ انسان کی قدرت ہے
کیا یہ میرے اختیار میں تھا اور کیا میں اس وقت موجود تھا جبکہ قرآن شریف نازل ہو رہا تھا تا میں
عرض کرتا کہ مجھے ابن مریم بنانے کے لئے کوئی آیت اُتاری جائے اور اس اعتراض سے مجھے سبکدوش

☆ یہاں آیت سے مراد الہام ہے جیسا کہ اس سے چند سطریں پہلے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے الہام قرار دیا ہے (ناشر)

مریمی حالت سے پیدا ہوئی۔ اس لئے خدا نے مجھے عیسیٰ بن مریم کے نام سے پکارا۔ پس اس طرح پر مَیں عیسیٰ بن مریم بن گیا۔ غرض اس جگہ مریم سے مراد وہ مریم نہیں ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں تھی بلکہ خدا نے ایک روحانی مشابہت کے لحاظ سے جو مریم اُمّ عیسیٰ کے ساتھ مجھے حاصل تھی۔ میرا نام براہین احمدیہ حصص سابقہ میں مریم رکھ دیا۔ پھر ایک دوسری تجلّی میرے پر فرما کر اس کو نفخ رُوح سے مشابہت دی۔ اور پھر جب وہ رُوح معرضِ ظہور اور بروز میں آئی تو اس رُوح کے لحاظ سے میرا نام عیسیٰ رکھا۔ پس اسی لحاظ سے مجھے عیسیٰ بن مریم کے نام سے موسوم کیا گیا۔

اس جگہ اس نکتہ کو بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ قرآن شریف میں یہ آیت یعنی یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ [1] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں تھی۔ مگر براہین احمدیہ حصص سابقہ میں یہ آیت میرے حق میں نازل کی گئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ حضرت عیسیٰ پر کفر کا فتویٰ لگا کر ان کی نسبت یہود کا یہی عقیدہ تھا کہ ان کی رُوح خدا کی طرف نہیں اٹھائی گئی۔ یہی عقیدہ مخالفین قوم کا میرے حق میں ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص کافر ہے اس کی رُوح خدا تعالیٰ کی طرف نہیں اٹھائی جائے گی۔ اُن کے رد کے لئے خدا تعالیٰ مجھے فرماتا ہے کہ بعد موت میں تیری رُوح اپنی طرف اٹھاؤں گا اور یہ جو فرمایا اِنّی متوفّیک اس میں ایک اور پیشگوئی مخفی ہے اور وہ یہ ہے کہ توفّی زبان عرب میں اس قسم کی موت دینے کو کہتے ہیں جو طبعی موت ہو بذریعہ قتل یا صلیب نہ ہو۔ جیسا کہ علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف میں زیرِ آیت یا عیسٰی انّی متوفّیک یہ تفسیر لکھی ہے انّی ممیتک حتف انفک ۔ یعنی میں تجھے طبعی موت کے ساتھ ماروں گا۔ پس چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ میرے قتل اور صلیب کے لئے بھی وہ کوشش کی جائے گی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے کی گئی۔ اس لئے اُس نے بطور پیشگوئی مجھے بھی مخاطب کر کے یہی فرمایا کہ یا عیسٰی انّی متوفّیک اس میں یہی اشارہ تھا کہ مَیں قتل اور صلیب سے بچاؤں گا اور ظاہر ہے کہ میرے قتل اور صلیب کے لئے بہت کوششیں ہوئیں۔ جیسا کہ میرے قتل کے لئے علماء قوم نے فتوے دیئے۔ اور ایک جھوٹا مقدمہ پھانسی دلانے کے لئے میرے پر بنایا گیا جس میں مستغیث پادری ڈاکٹر مارٹن کلارک تھا

﴿۱۹﴾

[1] آل عمران: ۵۶

مرزا قادیانی کے بقول سورۃ آل عمران آیت 55 میں اللہ تعالیٰ کے حضرت عیسیٰ علیہ سلام سے کیے گئے چاروں وعدے ترتیب کیساتھ پورے ہوئے

لأن المواعيد التي ذُكرتْ في هذه الآية بالترتيب قد وقعت وتمت كلها على ترتيبها الذي يوجد في تلك الآية،

کیونکہ وہ وعدے جن کا اس آیت میں بالترتیب ذکر ہوا ہے وہ (وعدے) وقوع پذیر ہو چکے ہیں اور وہ سارے کے سارے اُسی ترتیب سے پورے ہوئے ہیں جو اس آیت میں پائی جاتی ہے۔

بقية الحاشية صفحه ۱۹۴۔ وكانوا يستدلون (غضب الله عليهم) على ملعونيته عليه السلام من مصلوبيته، فإن المصلوب ملعون غير مرفوع في دينهم كما جاء في التوراة في كتاب الاستثناء. فأراد الله تعالى أن يُبرّء نبيّه عيسىٰ من هذا البهتان الذي بُني على آية التوراة وواقعة الصلب، فإن التوراة يجعل المصلوب ملعونا غير مرفوع إذا كان يدّعي النبوة ثم مع ذلك كان قُتل وصُلب، فقال عزّ وجل لدفع بهتانهم عن عيسىٰ مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ...... بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ يعني الصلب الذي يستلزم الملعونيةَ وعدمَ الرفع من حكم التوراة ليس بصحيح، بل رفعَ الله عيسى إليه، يعني إذا لم يثبت الصلب والقتل لم يثبت الملعونية وعدم الرفع، فثبت الرفع الروحاني كالأنبياء الصادقين وهو المطلوب. هذه حقيقة هذه القصة، وما كان ههنا جدال ونزاع في الرفع الجسماني، وما كان هذا الأمر تحت بحث اليهود أصلا،

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۴۔ اور وہ (غضب اللہ علیہم) ان کے مصلوب ہونے سے اُن علیہ السلام کے ملعون ہونے پر استدلال کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے دین کی رو سے مصلوب ملعون ہوتا ہے، مرفوع نہیں ہوتا۔ جیسا کہ تورات کی کتاب استثناء میں آیا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے نبی عیسیٰ کو اس بہتان سے بری قرار دے جو توراۃ کی ایک آیت اور واقعہ صلیب کی بناء پر لگایا گیا تھا۔ کیونکہ توراۃ مصلوب کو ملعون قرار دیتی ہے، مرفوع نہیں۔ جب وہ نبوت کا دعویدار ہو اور مزید برآں وہ قتل کیا گیا ہو اور صلیب دیا گیا ہو۔ پس اللہ عزوجل نے عیسیٰ سے ان کا بہتان دور کرنے کے لئے فرمایا: مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ...... بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ [1] یعنی صلیب دیا جانا جو توراۃ کے حکم کی رو سے ملعونیت اور عدم رفع کو مستلزم ہے درست نہیں۔ بلکہ اللہ نے عیسیٰ کو اپنے حضور رفعت بخشی مطلب یہ کہ جب صلیب دیا جانا اور قتل کیا جانا ثابت نہ ہوا تو ملعون ہونا اور عدم رفع بھی ثابت نہ ہوا۔ پس صادق انبیاء کی طرح (ان کا) روحانی رفع ثابت ہو گیا اور یہی مقصود ہے۔ یہ ہے ساری حقیقت اس قصے کی۔ یہاں جھگڑا اور نزاع جسمانی رفع کا نہ تھا اور نہ ہی یہ معاملہ دراصل یہود کے زیر بحث تھا۔

[1] وہ یقیناً اسے قتل نہیں کر سکے اور نہ اسے صلیب دے (کر مار) سکے۔ بلکہ اللہ نے اپنی طرف اس کا رفع کر لیا۔ (النساء: ۱۵۸، ۱۵۹)

مرزا قادیانی کے بقول حضرت عیسیٰ علیہ سلام کا رفع بغیر کسی وقفہ کے یعنی یروشلم میں ہی ہوا جس جگہ واقعہ صلیب ہوا

﴿۴۶﴾ مگر یہ لوگ نہیں سوچتے کہ خدا تعالیٰ نے اس وعدہ کے پورا ہونے کی بھی تو خبر دیدی جب کہ خود حضرت مسیح کی زبان سے فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ [1] کا ذکر بیان فرما دیا۔ ماسوا اس کے یہ بھی سوچنے کے لائق ہے کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ کہ میں ایسا کرنے کو ہوں خود یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ وہ وعدہ جلد پورا ہونے والا ہے اور اس میں کچھ توقف نہیں نہ یہ کہ رفع کا وعدہ تو اسی وقت پورا ہو جائے لیکن وفات دینے کا وعدہ ابھی تک جو دو ہزار برس کے قریب گذر گئے پورا ہونے میں نہ آوے۔

اے ناظرین! اس وقت بیانات مذکورہ بالا سے میرا یہ مطلب نہیں کہ میں زمانہ حال کے علماء کی غلطیاں لوگوں پر ظاہر کروں۔ کیونکہ جو کچھ ان کی بدفہمی اور بداندرونی اور بدگمانی اور بدزبانی کی حالت مجھ پر کھلی ہے وہ عنقریب انہیں کے سوالات کے جواب میں بیان کروں گا۔ اور اس **مقدمہ** میں مجھے صرف یہ ظاہر کرنا منظور ہے کہ ہمارے علماء نے اس نازک وقت کو جو اسلام پر وارد ہے شناخت نہیں کیا انہوں نے بجائے اس کے کہ اسلام کی مدد کرتے عیسائیوں کو ایسی مدد دی کہ خود اپنے ہی اقرار سے ایک حصہ ثبوت کا انہیں دے دیا۔ **نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ایک دلیل بلکہ بارہ مستحکم دلیلوں اور قرائن قطعیہ سے ہم کو سمجھا دیا تھا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فوت ہو چکا اور آنے والا مسیح موعود اِسی امت میں سے ہے۔** لیکن زمانہ حال کے علماء نے ایک ذرہ اس طرف توجہ نہ کی اور بہت سی خرابیوں کو اسلام کیلئے قبول کر لیا اور بیرونی آفات کو اندرونی افترا آت سے قوت دے دی۔ انہیں زہرناک ہواؤں کے چلنے کی وجہ سے دین اسلام ایک مسلسل اور غیر منقطع خطروں میں پڑا ہوا ہے اور اب کسی دانشمند کی عقل قبول نہیں کر سکتی کہ ان تمام خرابیوں کا دور کرنا انسانی

[1] المائدۃ:۱۱۸

﴿۲۷﴾ میں صرف قرآن نے ہی دکھلایا ہے۔ شریعت کے بڑے حصے دو ہیں۔ حق اللہ اور حق العباد۔ یہ دونوں حصے صرف قرآن شریف نے ہی پورے کئے ہیں۔ قرآن کا یہ منصب تھا کہ تا وحشیوں کو انسان بناوے۔ اور انسان سے با اخلاق انسان بناوے اور با اخلاق انسان سے باخدا انسان بنائے۔ سو اس منصب کو اُس نے ایسے طور سے پورا کیا کہ جس کے مقابل پر توریت ایک گونگے کی طرح ہے۔

اور منجملہ قرآن کی ضرورتوں کے ایک یہ امر بھی تھا کہ جو اختلاف حضرت مسیح کی نسبت یہود اور نصاریٰ میں واقع تھا اسکو دور کرے۔ سو قرآن شریف نے ان سب جھگڑوں کا فیصلہ کیا۔ جیسا کہ قرآن شریف کی یہ آیت یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ [1] الخ اسی جھگڑے کے فیصلہ کیلئے ہے کیونکہ یہودی لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ نصاریٰ کا نبی یعنی مسیح صلیب پر کھینچا گیا۔ اس لئے موافق حکم توریت کے وہ لعنتی ہوا اور اس کا رفع نہیں ہوا۔ اور یہ دلیل اس کے کاذب ہونے کی ہے"۔ اور عیسائیوں کا یہ خیال تھا کہ لعنتی تو ہوا مگر ہمارے لئے اور بعد اس کے لعنت جاتی رہی اور رفع ہو گیا اور خدا نے اپنے دہنے ہاتھ اس کو بٹھالیا۔ اب اس آیت نے یہ فیصلہ کیا کہ رفع بلا توقف ہوا نہ یہودیوں کے زعم پر دائمی لعنت ہوئی جو ہمیشہ کے لئے رفع الی اللہ سے مانع ہے۔ اور نہ نصاریٰ کے زعم پر چند روز لعنت رہی اور پھر رفع الی اللہ ہوا بلکہ وفات کے ساتھ ہی رفع الی اللہ ہو گیا۔ اور ان ہی آیات میں خدا تعالیٰ نے یہ بھی سمجھا دیا کہ یہ رفع توریت کے احکام کے مخالف نہیں کیونکہ توریت کا حکم عدم رفع اور لعنت اس حالت میں ہے کہ جب کوئی صلیب پر مارا جائے۔ مگر صرف صلیب کے چھونے یا صلیب پر کچھ ایسی تکلیف اٹھانے سے جو موت کی حد تک نہیں پہنچتی لعنت لازم نہیں آتی اور نہ عدم رفع لازم آتا ہے۔ کیونکہ توریت کا منشاء یہ ہے کہ صلیب خدا تعالیٰ کی طرف سے

[1] آل عمران:۵۶

جبکہ دوسری طرف مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ سلام کی وفات اور قبر کو کشمیر میں ثابت کرنے کو اپنا معجزہ بتا رہا ہے!

شیر اور بکری ایک گھاٹ سے پانی پئیں گے اور سانپوں سے بچے کھیلیں گے اور بھیڑیئے اپنے حملوں سے باز آئیں گے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ایک ایسی سلطنت کے زیر سایہ پیدا ہوگا جس کا کام انصاف اور عدل گستری ہوگا۔ سو ان حدیثوں سے صریح اور کھلے طور پر انگریزی سلطنت کی تعریف ثابت ہوتی ہے کیونکہ وہ مسیح اسی سلطنت کے ماتحت پیدا ہوا ہے اور یہی سلطنت ہے جو اپنے انصاف سے سانپوں کو بچوں کے ساتھ ایک جگہ جمع کر رہی ہے اور ایسا امن ہے کہ کوئی کسی پر ظلم نہیں کر سکتا۔ اس لئے مجھے جو میں مسیح موعود ہوں زمین کی بادشاہت سے کچھ تعلق نہیں بلکہ ضرور تھا کہ میں غربت اور مسکینی سے آتا۔ تا اس اعتراض کو دنیا پر سے اُٹھا دیتا کہ "اسلام تلوار سے پھیلا ہے نہ آسمانی نشانوں سے" کیونکہ مسیح موعود کا آنا عیسائی خیالات کی شکست کے لئے تھا۔ پھر جبکہ مسیح نے خود ہی جبر کرنا شروع کیا اور تلوار سے لوگوں کو مسلمان کرنے لگا اور ایسی تعلیم دینے لگا تو اس صورت میں وہ عیسائیوں کے اُن اعتراضات کو اور پختہ کرے گا جو جہاد کے بارے میں اسلام کی نسبت وہ رکھتے ہیں۔ نہ یہ کہ ان کو دُور کر دے گا۔ اس لئے خدا کے سچے مسیح اور مہدی کے لئے ضروری ہے کہ آسمانی نشانوں کے ساتھ دین کو پھیلا دے تا وہ لوگ شرمندہ ہوں جنہوں نے خدا کے دین اسلام پر ناحق جھوٹے الزام لگائے۔ سو اسی وجہ سے میں نشانوں کے ساتھ بھیجا گیا ہوں اور ایک بڑا بھاری معجزہ میرا یہ ہے کہ میں نے حسی بدیہی ثبوتوں کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو ثابت کر دیا ہے اور ان کی جائے وفات اور قبر کا پتہ دے دیا ہے۔ چنانچہ جو شخص میری کتاب **مسیح ہندوستان میں** اوّل سے آخر تک پڑھے گا۔ گو وہ مسلمان ہو یا عیسائی یا یہودی یا آریہ ممکن نہیں کہ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد اس بات کا وہ قائل نہ ہو جائے کہ مسیح کے آسمان پر جانے کا خیال لغو اور جھوٹ اور افترا ہے۔ غرض یہ ثبوت نظری حد تک محدود نہیں بلکہ نہایت صاف اور اجلیٰ بدیہیات ہے جس سے انکار کرنا نہ صرف بعید از انصاف بلکہ انسانی حیا سے دُور ہے۔

اب اگر مرزا قادیانی کے بقول وعدوں کی ترتیب کو قائم رکھیں اور توفی کا وعدہ جو کہ (مرزا قادیانی کے نزدیک موت ہے) اس وعدے کو پورا مان لیں تو حضرت عیسیٰ علیہ سلام کی وفات یروشلم میں ثابت ہوتی ہے اور انکا کشمیر ہجرت کر جانا اور وہاں پر وفات پانا غلط ثابت ہوتا ہے اور یہ بات جماعت قادیانیہ کو نامنظور ہے کیونکہ تمام قادیانیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ سلام یروشلم سے ہجرت کر کے کشمیر محلہ خانیار میں 120 سال کی عمر گزار کر وفات پاگئے اور جماعت قادیانیہ اس منگھڑت عقیدے کو مرزا قادیانی کا معجزہ بھی تسلیم کرتی ہے

چیلنج

دنیا کا کوئی بھی قادیانی سورۃ آل عمران آیت 55 کی ترتیب کو قائم رکھتے ہوئے اپنے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ سلام کی وفات کو واقعہ صلیب کے 120 سال کے بعد کشمیر محلہ خانیار میں ثابت کر کے دیکھائے اور ہم سے منہ مانگا انعام حاصل کرے

ایک قادیانی شبہ اور اسکا جواب

اکثر قادیانی اپنے عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے یہ دلیل دیتے ہیں کہ " اللہ تعالیٰ نے حضورﷺ سے مکہ میں ان کی حفاظت کا وعدہ کیا اور وہ وعدہ حضورﷺ کیساتھ مدینہ منورہ اور اس کے علاوہ ہر جگہ ساتھ ہی رہا لہٰذا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ سلام سے کیا گیا ان کی وفات کا وعدہ بھی ان کے ساتھ ساتھ ہی رہا اور کشمیر میں پورا ہوا"۔

حفاظت اور موت دونوں مختلف امر ہیں، حفاظت ایک ایسا امر ہے جو ہر وقت ہو سکتی ہے جبکہ موت ایک ایسا امر ہے جو کہ صرف ایک ہی بار واقع ہوتی ہے لہٰذا اگر قادیانیوں کی اس دلیل کو مان لیا جائے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ سلام یروشلم سے ہجرت کر جانے کے بعد 120 سال تک روزانہ وفات مرتے اور زندہ ہوتے تھے لیکن یہ بات کسی بھی قادیانی کو ہرگز قابل قبول نہ ہوگی

ضروری بات

قادیانی وفات عیسیٰ کشمیر میں ثابت نہ ہونے پر یہ کہتے ہیں کہ کم از کم اتنا تو تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ سلام کی وفات یروشلم میں ہی ہوگئی!

تو قادیانیوں کو یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ کشمیر محلہ خانیار میں وفات عیسیٰ ثابت کرنا مرزا قادیانی کے بقول اسکا معجزہ ہے اور قادیانی بھی اس معجزے کو مانتے ہیں اور نبی کا معجزہ ہمیشہ سچا ہوتا ہے نہ کہ جھوٹا لہٰذا قادیانیوں پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنے نبی کے معجزے سمیت اپنا مکمل عقیدہ وفات عیسیٰ ثابت کریں کیونکہ ایسا نہ کرنے پر مرزا قادیانی جھوٹا ثابت ہوتا ہے

سورة النسآء

وَقَوْلِهِـمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَـمَ رَسُوْلَ اللّـٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَـهُـمْ ۚ وَاِنَّ الَّـذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِىْ شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَـهُـمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا (157)

بَلْ رَّفَعَهُ اللّـٰهُ اِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللّـٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا (158)

اور ان کے یہ کہنے پر کہ ہم نے مریم کے بیٹے مسیح عیسیٰ کو قتل کیا جو اللہ کا رسول تھا حالانکہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا، اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں، ان کے پاس بھی اس معاملہ میں کوئی یقین نہیں ہے محض گمان ہی کی پیروی ہے، انہوں نے یقیناً مسیح کو قتل نہیں کیا۔
بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا، اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

ترجمہ از حکیم نوردین
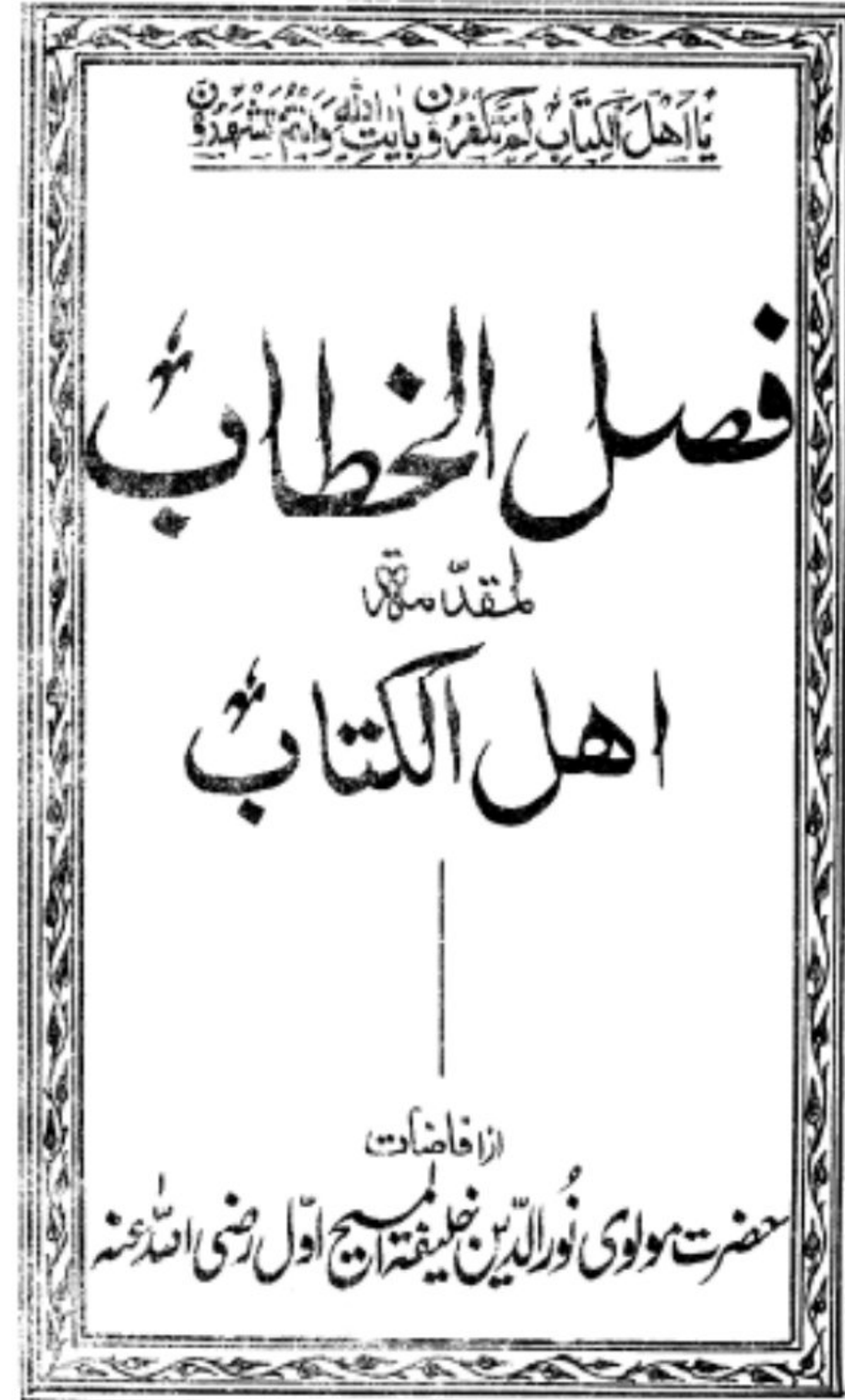
لعنت صلیب۔ اور مسیح ہڈی توڑنے سے محفوظ رہے۔ دیکھو یوحنا ۱۹ باب ۳۳۔ بات یہ ہے حاکم مسیح کا حامی تھا۔ دیکھو اُس نے ہاتھ دھوئے اور کہا۔ میں اس راستباز کے خون سے پاک ہوں۔ متی ۲۷ باب ۲۴۔ حاکم کی عورت حامی اور مددگار تھی۔ خصم کو کہتی ہے تجھے اس راستباز سے کام نہ ہو۔ متی ۲۷ باب ۱۹۔ صوبیدار اور یسوع کے نگہبان بھی حامی اور وہ بھی تھے۔ اور پھر عیسائی۔ متی ۲۷ باب ۵۴۔ یوسف نام ارمیتہ کا دولتمند۔ سانیڈرم مجلس شاہی کا ممبر بھی حامی۔ متی ۲۷۔ باب ۵۷۔ اور شاگرد منتظر بادشاہت تھا۔ مرقس ۱۵ باب ۴۳۔ لوقا ۲۳ باب ۵۰۔ یہود کے خوف سے خفیہ رہتا۔ یوحنا ۱۹ باب ۳۸۔ اس شخص نے لٹکانے کے چند گھنٹے کے بعد جب اندھیرا ہوا۔ بادشاہ سے کہا۔ یسوع مرگیا ہے۔ لاش مجھے مرحمت ہو۔ پلاطس حاکم نے تعجب کیا۔ کہ ایسا جلد کیونکر مرا۔ اور یوسف اور سوبیدار معتقد گواہ ہیں اور یہود بیچارے سبت کے بکھیڑے میں موجود ہی نہیں۔ قبر میں رکھا۔ اور مٹی کی ٹھہر گی۔ اور کوئی محافظ اسوقت نہ تھا۔ خیرخواہ اپنے خاکسار کو نکال لے گئے۔ بیشک مسیح مُردہ یہودیوں سے جی اُٹھے۔ ابدی زندگی میں جلال پا گئے۔ ایت وار کو حفاظت شروع ہوئی۔ پس صاف آشکار ہے۔ وہ بے گناہ بچ گئے۔ اسی واسطے قرآن کا کہنا۔ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ بالکل راست ہے۔ یا انجیلی محققوں کے طور پر کہتے ہیں آپکی ہڈیاں نہیں توڑی گئیں۔ ویسے ہی مرگئے۔ بے ایمان یہودی اسی بات پر یقین رکھتے۔ اور کہے گئے ہم نے مسیح کو مار ڈالا۔

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ

ؑ اور کہنا یہودیوں کا کہ ہم لوگوں نے عیسیٰ مسیح رسول اللہ مریم کے بیٹے کو قتل کیا اور اُن لوگوں نے نہ مارا اُسکو اور نہ سُولی پر چڑھایا اُسکو لیکن قتل اور سولی دینے کا شبہ ہوا اُن کو۔ اور مرا تحقیق جن لوگوں نے اختلاف کیا ہے اس میں وہ اسکے

مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ
وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا۔ سیپارہ ۶۔ سورۂ نساء۔ رکوع ۲۔

بات دُور چلی گئی۔ ان باغبانوں نے اپنے آخری نبی راستباز صلح کار کو اپنے زعم میں قتل کیا۔ مار ڈالا۔ بنی اسرائیل کے سارے نبی خدا کے پلوٹھے تھے۔ اور مسیح آخری پلوٹھے۔ اب باغ اوروں کے سپرد ہوا۔ باغ یروشلم تھا۔ پہلے اسکے باغبان بنی اسرائیل میں سے رہے۔ ان کی بے ایمانی سے اب وہ باغ بنی اسمٰعیل کے سپرد ہوا۔ باہوش دراز گوش کہتے ہیں۔ وہ آخری آچکے اب محمدؐ کون ہے۔ عقل والو سوچو۔ انجیل میں لکھا ہے۔ مالک باغ باغ اوروں کو سپرد کریگا۔ آخر کہاں آچکے۔ معاملہ ختم نہیں۔ کبھی پہلے بنی اسمٰعیل اس کے مالک ہوئے۔ اب تیرہ سو ۱۳۰۰ برس سے مالک ہیں۔ یہود اور عیسائیوں کے لئے عہدۂ باغبانی نہیں رہا۔ باغ کا نام بھی بدل گیا۔ یروشلم سے بیت المقدس بنا۔

متی اس نئی قوم کے حق میں کہتا ہے۔ وہ موسم پر پھل دینگے۔ متی ۲۱ باب ۴۱۔ اور عرب میں حج کے ایام کو موسم کہتے ہیں۔ پھر لوقا ۲۰ باب ۱۶۔ اُنہوں (بنی اسرائیل) نے یہ سُن کے کہا۔ ایسا نہ ہو۔ تب اُسنے اُنکی طرف دیکھ کے کہا۔ پھر وہ کیا ہے جو لکھا ہے کہ وہ پتھر جسے راجگیروں نے رد کیا وہی کونے کا سرا ہوا۔ ہر ایک جو اس پتھر پر گرے چُور ہوگا۔ اور جسپر وہ گرے اُسے پیس ڈالیگا۔ اور متی ۲۱ باب ۴۴۔ اسلیئے میں تمہیں کہتا ہوں

بقیہ حاشیہ شبہ میں ہیں اور اُن لوگوں کو اس کا کچھ بھی یقینی علم نہیں ہے مگر گمان کی پیروی۔ اور نہ مارا اُسکو از راہِ یقین۔ بلکہ اللہ نے اُس کو اپنی طرف اُٹھا لیا ۱۲۔

ؑ اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاویگا ساتھ اُسکے پہلے موت اُسکی کے اور دن قیامت کے ہوگا اُوپر اُنکے گواہ ۱۲

ؑ بنی اسرائیل کو خدا نے مصر سے لاکر یروشلم میں آباد کیا۔ اور اُن میں انبیاء و رُسل بھیجے۔ یسعیاہ باب۔

جماعت قادیانیہ وما صلبوہ کا ترجمہ حضرت عیسیٰ علیہ سلام مصلوب (یعنی صلیب پر قتل) نہیں کیے گئے کرتی ہے جبکہ مرزا قادیانی کے نزدیک مصلوب زندہ ہوتا ہے ناکہ مردہ

اور عصر کا وقت۔ اور اتفاقاً یہ یہودیوں کی عید فسح کا بھی دن تھا۔ اس لئے فرصت بہت کم تھی اور آگے سبت کا دن آنے والا تھا جس کی ابتدا غروب آفتاب سے ہی سمجھی جاتی تھی کیونکہ یہودی لوگ مسلمانوں کی طرح پہلی رات کو اگلے دن کے ساتھ شامل کر لیتے تھے اور یہ ایک شرعی تاکید تھی کہ سبت میں کوئی لاش صلیب پر لٹکی نہ رہے۔ تب یہودیوں نے جلدی سے مسیح کو دو چوروں کے ساتھ صلیب پر چڑھا دیا تا شام سے پہلے ہی لاشیں اُتاری جائیں۔ مگر اتفاق سے اُسی وقت ایک سخت آندھی آگئی جس سے سخت اندھیرا ہو گیا۔ یہودیوں کو یہ فکر پڑ گئی کہ اب اگر اندھیری میں ہی شام ہوگئی تو ہم اس جرم کے مرتکب ہو جائیں گے جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے۔ سو انہوں نے اس فکر کی وجہ سے تینوں مصلوبوں کو صلیب پر سے اُتار لیا۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ بالا تفاق مان لیا گیا ہے۔ کہ وہ صلیب اس قسم کی نہیں تھی جیسا کہ آج کل کی پھانسی ہوتی ہے اور گلے میں رسّہ ڈالکر ایک گھنٹہ میں کام تمام کیا جاتا ہے۔ بلکہ اس قسم کا کوئی رسّہ گلے میں نہیں ڈالا جاتا تھا صرف بعض اعضاء میں کیلیں ٹھوکتے تھے اور پھر احتیاط کی غرض سے تین تین دن مصلوب بھوکے پیاسے صلیب پر چڑھائے رہتے تھے اور پھر بعد اس کے ہڈیاں توڑی جاتی تھیں اور پھر یقین کیا جاتا تھا کہ اب مصلوب مر گیا۔ مگر خدائے تعالیٰ کی قدرت سے مسیح کے ساتھ ایسا نہ ہوا۔ عید فسح کی کم فرصتی اور عصر کا تھوڑا سا وقت اور آگے سبت کا خوف اور پھر آندھی کا آجانا ایسے اسباب یکدفعہ پیدا ہو گئے جس کی وجہ سے چند منٹ میں ہی مسیح کو صلیب پر سے اُتار لیا گیا اور دونوں چور بھی اُتارے گئے۔ اور پھر ہڈیوں کے توڑنے کے وقت خدائے تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا یہ نمونہ دکھایا کہ بعض سپاہی پلاطوس کے جن کو در پردہ خواب کا خطرناک انجام سمجھایا گیا تھا وہ اس وقت موجود تھے جن کا مدعا یہی تھا کہ کسی طرح یہ بلا مسیح کے سر پر سے ٹل جائے ایسا نہ ہو کہ مسیح کے قتل ہونے کی وجہ سے وہ خواب سچی ہو جائے جو پلاطوس کی عورت نے دیکھی تھی۔ اور ایسا نہ ہو کہ پلاطوس کسی

﴿۳۸۱﴾ ﴿۳۸۲﴾

حضرت عیسیٰ علیہ سلام کا رفع کس طرف ہوا؟

مرزا قادیانی کے بقول شریعت میں صرف دو طرفیں ہیں ایک خدا کی طرف جو کہ انتہائے عرش ہے اور دوسری شیطان کی طرف جو کہ بہت نیچی ہے۔ اب اگر قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ سلام کو مومن مانتے ہیں تو پھر یہ بھی مان لیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ سلام کا رفع خدا کی طرف انتہائے عرش پر ہوا

کہ مسیح سیاح نبی ہے تمام سربستہ راز کی کنجی تھی اور اسی ایک لفظ سے آسمان پر جانا اور اب تک
زندہ ہونا سب باطل ہوتا تھا مگر اس پر غور نہیں کی گئی۔ اور اس بات پر غور کرنے سے واضح ہوگا
کہ جبکہ عیسیٰ مسیح نے زمانہ نبوت میں یہودیوں کے ملک سے ہجرت کر کے ایک زمانہ دراز اپنی
عمر کا سیاحت میں گذارا تو آسمان پر کس زمانہ میں اُٹھائے گئے اور پھر اتنی مدت کے بعد
ضرورت کیا پیش آئی تھی؟ عجیب بات ہے یہ لوگ کیسے پیچ میں پھنس گئے ایک طرف یہ اعتقاد
ہے کہ صلیبی فتنہ کے وقت کوئی اور شخص سولی مل گیا اور حضرت مسیح بلا توقف دوسرے آسمان پر جا
بیٹھے اور دوسری طرف یہ اعتقاد بھی رکھتے ہیں کہ صلیبی حادثہ کے بعد وہ اسی دنیا میں سیاحت
کرتے رہے اور بہت سا حصہ عمر کا سیاحت میں گذارا۔ عجب اندھیر ہے کوئی سوچتا نہیں کہ ﴿۱۴﴾
پیلاطوس کے ملک میں رہنے کا زمانہ تو بالاتفاق ساڑھے تین برس تھا۔ اور دُور دراز ملکوں کے
یہودیوں کو بھی دعوت کرنا مسیح کا ایک فرض تھا۔ پھر وہ اس فرض کو چھوڑ کر آسمان پر کیوں چلے
گئے کیوں ہجرت کر کے بطور سیاحت اس فرض کو پورا نہ کیا؟ عجیب تر امر یہ ہے کہ حدیثوں
میں جو کنز العمال میں ہیں اسی بات کی تصریح موجود ہے کہ یہ سیر و سیاحت اکثر ملکوں کا
حضرت مسیح نے صلیبی فتنہ کے بعد ہی کیا ہے اور یہی معقول بھی ہے کیونکہ ہجرت انبیاء علیہم
السلام میں سنت الٰہی یہی ہے کہ وہ جب تک نکالے نہ جائیں ہرگز نہیں نکلتے اور بالاتفاق مانا
گیا ہے کہ نکالنے یا قتل کرنے کا وقت صرف فتنہ صلیب کا وقت تھا۔ غرض یہودیوں نے بوجہ
صلیبی موت کے جو اُن کے خیال میں تھی حضرت مسیح کی نسبت یہ نتیجہ نکالا کہ وہ نعوذ باللہ ملعون
ہو کر شیطان کی طرف گئے نہ خدا کی طرف۔ اور اُن کا رفع خدا کی طرف نہیں ہوا بلکہ شیطان
کی طرف ہبوط ہوا۔ کیونکہ شریعت نے دو طرفوں کو مانا ہے۔ ایک خدا کی طرف اور وہ
اونچی ہے جس کا مقام انتہائے عرش ہے اور دوسری شیطان کی اور وہ بہت نیچی ہے اور اس
کا انتہا زمین کا پاتال ہے۔ غرض یہ تینوں شریعتوں کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ مومن مر کر خدا
کی طرف جاتا ہے۔ اور اُس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں جیسا کہ
آیت ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ [1] اس کی شاہد ہے اور کافر نیچے کی طرف جو شیطان کی طرف ہے

[1] الفجر: ۲۹

خدا کس طرف ہے؟

﴿۸﴾

کہ ایسے لوگ کن قبروں میں دفن کئے گئے کیا مسلمانوں کی قبروں میں یا علیحدہ اور اسلامی سلطنت☆ میں قتل ہوئے یا امن سے عمر گزاری۔ **حافظ** صاحب سے تو یہ ثبوت طلب کیا جائے اور پھر میرے **معجزات** اور دیگر دلائل نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے طلب **ثبوت** کے لئے بعض **منتخب علماء ندوہ کے** قادیان میں آویں اور **مجھ** سے **معجزات** اور دلائل یعنی نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کا **ثبوت** لیں پھر اگر سنّت انبیاء علیہم السلام کے مطابق مَیں نے پورا ثبوت نہ دیا تو مَیں راضی ہوں کہ میری کتابیں جلائی جائیں لیکن اس قدر محنت اُٹھانا بڑے **باخدا** کا کام ہے **ندوہ** کو کیا ضرورت جو اس قدر سر درد اُٹھاوے اور کونسا فکر **آخرت** ہے **تا خدا** سے ڈرے مگر ندوہ کے علماء ایک ایک کرکے یاد رکھیں کہ وہ ہمیشہ اس **دنیا** میں نہیں رہ سکتے موتیں پکار رہی ہیں اور جس **لہو ولعب** میں وہ مشغول ہو رہے ہیں جس کا نام وہ **دین** رکھتے ہیں خدا آسمان پر دیکھ رہا ہے اور جانتا ہے کہ **وہ دین** نہیں ہے وہ ایک چھلکے پر راضی ہیں اور **مغز** سے بے خبر ہیں یہ اسلام کی خیر خواہی نہیں بلکہ بدخواہی ہے۔ **کاش** اگر ان کی آنکھیں ہوتیں تو وہ سمجھتے کہ دنیا میں بڑا گناہ کیا گیا کہ خدا کے **مسیح** کو رد کر دیا گیا اس بات کا ہر ایک کو مرنے کے بعد پتہ لگے گا اور حافظ صاحب مجھے ڈراتے ہیں کہ تم اگر امرتسر میں نہ آئے تو اپنے دعوے میں تمام دنیا میں کاذب سمجھے جاؤ گے۔ **اے حافظ** صاحب! دنیا کس کی ہے خدا کی یا آپ کی۔ آپ لوگ تو اب بھی مجھے کاذب ہی سمجھ رہے ہیں۔ اس کے بعد اور کیا سمجھیں گے۔ آپ کی دنیا کی ہمیں کیا پرواہ۔ ہر ایک نفس میرے خدا کے قدموں کے نیچے ہے۔ اے بداندیش حافظ سُن۔ تجھے کیا خبر کہ کس قدر خدا کی تائید میری ترقی کر رہی ہے۔ حاسد اگر مر بھی جائے تو یہ ترقی رُک نہیں سکتی کیونکہ خدا کے ہاتھ سے اور خدا کے وعدہ کے موافق ہے نہ انسان کے ہاتھ سے۔ خدا نے میری جماعت سے پنجاب اور ہندوستان کے شہروں کو بھر دیا۔ چند سال میں ایک لاکھ سے بھی زیادہ اشخاص نے میری بیعت کی۔ کیا ابھی آپ نہیں سمجھتے کہ آسمان پر کس کی تائید ہو رہی ہے۔ میرے خیال میں تو دس ہزار

☆ اسلام کی سلطنت میں ثبوت دینے میں یہ کافی نہیں کہ ایسا شخص جو مدعی نبوت تھا مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا اور نہ اس کا جنازہ پڑھا گیا بلکہ کافی ثبوت کے لئے یہ ثابت کرنا بھی ہوگا کہ وہ قتل بھی کیا گیا کیونکہ وہ مُرتد تھا لیکن حافظ صاحب اگر یہ ثبوت دیدیں تو گویا جس امر سے بھاگتے تھے اسی کو قبول کرلیں گے۔ منہ

بالإعزاز والإكرام، وهو مستريح على عرشه وفارغ من هذه المهام. وهم يشفعون عبدتهم ويُنجّون من الآلام، ويُقرّبون إلى الله زُلفَى ويُعطون مقصد المستهام. وكانوا مع تلك العقائد يعملون السيئات وبها يتفاخرون، ويزنون ويسرقون، ويأكلون أموال اليتامى من غير الحق ويظلمون، ويسفكون الدماء وينهبون، ويقتلون نفوسا زكيّة ولا يخافون. وما كان جريمة إلّا فعلوها، وما من آلهة باطلة إلّا عبدوها. أضاعوا آداب الإنسانية، و

اُن کو پہنا دی ہے اور خدا عرش پر آرام کر رہا ہے اور اِن بکھیڑوں سے الگ ہے اور اُن کے بُت اُن کی شفاعت کرتے اور دردوں سے نجات دیتے ہیں اور خدا کا قرب اُن کے ذریعہ سے میسر آتا ہے اور سرگرداں لوگوں کو اُن کے مقاصد تک پہنچاتے ہیں اور باوجود اِن عقیدوں کے پھر بدکاریاں کرتے تھے اور ان کے ساتھ فخر کرتے تھے اور زنا کرتے اور چوری کرتے اور یتیموں کا ناحق مال کھاتے اور ظلم کرتے اور خون کرتے اور لوگوں کو لوٹتے اور بچّوں کو قتل کرتے اور ذرہ نہ ڈرتے اور کوئی گناہ نہ تھا جو انہوں نے نہ کیا اور کوئی جھوٹا معبود نہ تھا جس کی پوجا نہ کی۔ انسانیت کے ادبوں کو ضائع کیا اور

وخودش آرام و بیکار دست برزنخ بالائے عرش قرار گرفتہ دامن بر این ہمہ دردسر ہا برافشاندہ۔ بت ہا ہر چہ خواہند کنند شفیع می شوند و از ہر رنج والم رستگاری می بخشند۔ نزدیک خدا می سازند و آشفتہ حالان نامراد را بر مرادی رسانند۔ و با ایں معتقدات ہر نوع کار بدے کردند و نازبران داشتند۔ زنا می کردند۔ دزدی می کردند و بیدادی کردند و بناحق مال یتیمان می خوردند و خون ناحق می ریختند و راہ ہا می بریدند و بچہ ہا را می کشتند و ہیچ باک و ہراس نداشتند۔ گناہی نہ کہ در کردن آں بر کمال نہ رسیدند و معبودی باطل نہ کہ آنرا نہ پرستیدند۔ آداب انسانی از دست دادہ

کشمیر جنت نظیر میں اُن کو پہنچا دیا۔ سو انہوں نے سچائی کے لئے صلیب سے پیار کیا اور اس طرح اُس پر چڑھ گئے جیسا کہ ایک بہادر سوار خوش عنان گھوڑے پر چڑھتا ہے سو ایسا ہی میں بھی مخلوق کی بھلائی کے لئے صلیب سے پیار کرتا ہوں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جس طرح خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم نے حضرت مسیح کو صلیب سے بچا لیا اور ان کی تمام رات کی دعا جو باغ میں کی گئی تھی قبول کر کے ان کو صلیب اور صلیب کے نتیجوں سے نجات دی ایسا ہی مجھے بھی بچائے گا اور حضرت مسیح صلیب سے نجات پا کر نصیبین کی طرف آئے اور پھر افغانستان کے مُلک میں ہوتے ہوئے کوہ نعمان میں پہنچے اور جیسا کہ اُس جگہ شہزادہ نبی کا چبوترہ اب تک گواہی دے رہا ہے وہ ایک مدّت تک کوہ نعمان میں رہے اور پھر اس کے بعد پنجاب کی طرف آئے آخر کشمیر میں گئے اور کوہ سلیمان پر ایک مُدت تک عبادت کرتے رہے اور سکھوں کے زمانہ تک اُن کی یادگار کا کوہ سلیمان پر کتبہ موجود تھا آخر سرینگر میں ایک سو پچیس برس کی عمر میں وفات پائی اور خان یار کے محلّہ کے قریب آپ کا مُقدس مزار ہے۔ غرض جیسا کہ اس نبی نے سچائی کے لئے صلیب کو قبول کیا ایسا ہی میں بھی قبول کرتا ہوں۔ اگر اس جلسہ کے بعد جس کی گورنمنٹ محسنہ کو ترغیب دیتا ہوں ایک سال کے اندر میرے نشان تمام دنیا پر غالب نہ ہوں تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔ میں راضی ہوں کہ اِس جرم کی سزا میں سولی دیا جاؤں اور میری ہڈیاں توڑی جائیں۔ لیکن وہ خدا جو آسمان پر ہے جو دل کے خیالات کو جانتا ہے جس کے الہام سے میں نے اس عریضہ کو لکھا ہے وہ میرے ساتھ ہوگا اور میرے ساتھ ہے وہ مجھے اِس گورنمنٹ عالیہ اور قوموں کے سامنے شرمندہ نہیں کرے گا۔ اُسی کی رُوح ہے جو میرے اندر بولتی ہے۔ مَیں نہ اپنی طرف سے بلکہ اُس کی طرف سے یہ پیغام پہنچا رہا ہوں تا سب کچھ جو اتمام حجت کے لئے چاہیئے

حضرت عیسیٰ علیہ سلام کی روح جس طرف اٹھائی گئی لہٰذا اسی طرف انکا جسم بھی اٹھایا گیا

مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا ثابت ہوتا ہے لیکن ساتھ ہی فرقان حمید میں رافعک الیّ کا لفظ بھی تو موجود ہے جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ زندہ ہو کر پھر آسمان کی طرف اُٹھایا گیا۔

اس وہم کا جواب یہ ہے کہ آسمان کا تو کہیں اس جگہ ذکر بھی نہیں اس کے معنے تو صرف اس قدر ہیں کہ مَیں اپنی طرف تجھے اُٹھاؤں گا اور ظاہر ہے کہ جو نیک آدمی مرتا ہے اُسی کی طرف روحانی طور پر اُٹھایا جاتا ہے کیا خدائے تعالیٰ دوسرے آسمان پر بیٹھا ہوا ہے جہاں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ کی روح ہے اور نیز جس حالت میں قرآن شریف اور حدیث کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلاشبہ فوت ہو گئے تھے تو پھر اس ثبوت کے بعد رفع سے مراد جسم کے ساتھ اُٹھایا جانا کمال درجہ کی غلطی ہے بلکہ صریح اور بدیہی طور پر سیاق وسباق قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے فوت ہونے کے بعد اُن کی روح ﴿۲۲۳﴾ آسمان کی طرف اُٹھائی گئی۔ وجہ یہ کہ قرآن شریف میں صاف طور پر لکھا گیا ہے کہ ہر یک مومن جو فوت ہوتا ہے تو اس کی روح خدائے تعالیٰ کی طرف اُٹھائی جاتی ہے اور بہشت میں داخل کی جاتی ہے جیسا کہ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے:۔

يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۔ ارْجِعِىٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۔ فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ ۔ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ [1] اے وہ نفس جو خدائے تعالیٰ سے آرام یافتہ ہے اپنے رب کی طرف چلا آ۔ تُو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میرے بہشت میں اندر آ۔ اس جگہ صاحب تفسیر معالم اس آیت کی تفسیر کر کے اپنی کتاب کے صفحہ ۹۷۵ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بندہ مومن وفات پانے پر ہوتا ہے تو اس کی طرف اللہ جلشانہٗ دو فرشتے بھیجتا ہے اور اُن کے ساتھ کچھ بہشت کا تحفہ بھی بھیجتا ہے اور وہ فرشتے آکر اس کی روح کو کہتے ہیں کہ اے نفس مطمئنہ تو رَوح اور رَیحان اور اپنے رب کی طرف جو تجھ سے راضی ہے نکل آ۔ تب وہ روح مشک کی اس خوشبو کی طرح جو بہت لطیف اور خوش کرنے والی ہو

[1] الفجر: ۲۸ تا ۳۱

مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَآ أَمَرْتَنِى بِهٖ أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّى وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِى كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ (117)

میں نے ان سے اس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے، اور میں اس وقت تک ان کا نگران تھا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا پھر تو ہی ان کا نگران تھا، اور تو ہر چیز سے خبردار ہے۔

ترجمہ از مرزا قادیانی

نازل ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت نہیں۔ لہٰذا یہ امر ثابت ہے کہ **رفع** سے مراد اس جگہ موت ہے۔ مگر ایسی موت جو عزت کے ساتھ ہو۔ جیسا کہ مقربین کے لئے ہوتی ہے کہ بعد موت اُن کی روحیں علّیین تک پہنچائی جاتی ہیں فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ [1]۔ ﴿۲۰۰﴾

(۳) تیسری آیت جو حضرت عیسیٰ ابن مریم کے مرنے پر کھلی کھلی گواہی دے رہی ہے یہ ہے فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ [2] یعنی جب تُو نے مجھے وفات دی تو تُو ہی اُن پر نگہبان تھا۔ ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ تمام قرآن شریف میں **توفّی** کے معنے یہ ہیں کہ روح کو قبض کرنا اور جسم کو بیکار چھوڑ دینا۔ جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے کہ قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ [3] اور پھر فرماتا ہے وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ [4] اور پھر فرماتا ہے حَتّٰى یَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ [5] اور پھر فرماتا ہے حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا یَتَوَفَّوْنَهُمْ (الجزو نمبر ۸ سورۃ الاعراف) [6] اور پھر فرماتا ہے تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا [7]۔ ایسا ہی قرآن شریف کے تیئیس مقام میں برابر **توفّی** کے معنے اماتت اور قبض روح ہے۔ لیکن افسوس کہ بعض علماء نے محض الحاد اور تحریف کی رُو سے اس جگہ تَوَفَّیْتَنِیْ سے مراد رَفَعْتَنِیْ لیا ہے اور اس طرف ذرہ خیال نہیں کیا کہ یہ معنے نہ صرف لغت کے مخالف بلکہ سارے قرآن کے مخالف ہیں۔ پس یہی تو الحاد ہے کہ جن خاص معنوں کا قرآن کریم نے اوّل سے آخر تک التزام کیا ہے انکو بغیر کسی قرینہ قویہ کے ترک کر دیا گیا ہے۔ توفّی کا لفظ نہ صرف قرآن کریم میں بلکہ جابجا احادیث نبویہ میں بھی وفات دینے اور قبض روح کے معنوں پر ہی آتا ہے۔ چنانچہ جب میں نے غور سے صحاح ستہ کو دیکھا تو ہر یک جگہ جو **توفّی** کا لفظ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے نکلا ہے یا کسی صحابی کے مُنہ سے تو انہیں معنوں میں محدود پایا گیا۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ کسی ایک صحیح حدیث میں بھی کوئی ایسا توفّی کا لفظ نہیں ملے گا جس کے کوئی اَور معنے ہوں۔ میں نے معلوم کیا ہے کہ اسلام میں ﴿۲۰۱﴾

[1] القمر:۵۶ [2] المائدۃ:۱۱۸ [3] السجدۃ:۱۲ [4] یونس:۱۰۵ [5] النساء:۱۶
[6] الاعراف:۳۸ [7] الانعام:۶۲

مرزا قادیانی کے بقول حضرت عیسیٰ علیہ سلام کا اللہ تعالیٰ سے کلام ماضی میں ہو چکا ہے

روحانی خزائن جلد۳ ۔ ۴۲۵ ۔ ازالہ اوہام حصہ دوم

بطور اصطلاح کے قبض روح کے لئے یہ لفظ مقرر کیا گیا ہے تا روح کی بقاء پر دلالت کرے۔
افسوس کہ بعض علماء جب دیکھتے ہیں کہ توفّی کے معنے حقیقت میں وفات دینے کے ہیں تو
﴿۲۰۲﴾ پھر یہ دوسری تاویل پیش کرتے ہیں کہ آیت فلمّا توفّیتنی میں جس توفّی کا ذکر ہے وہ
حضرت عیسیٰ کے نزول کے بعد واقع ہوگی۔ لیکن تعجب کہ وہ اس قدر تاویلات رکیکہ کرنے
سے ذرہ بھی شرم نہیں کرتے۔ وہ نہیں سوچتے کہ آیت فلمّا توفّیتنی سے پہلے یہ آیت ہے
وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ [1] الخ اور ظاہر ہے کہ قَال کا
صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اوّل اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے جس سے یہ
ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا نہ زمانہ استقبال کا اور پھر ایسا ہی
جو جواب حضرت عیسیٰ کی طرف سے ہے یعنی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ وہ بھی بصیغہ ماضی ہے اور اس قصہ
سے پہلے جو بعض دوسرے قصے قرآن کریم میں اسی طرز سے بیان کئے گئے ہیں وہ بھی انہیں معنوں
کے مؤید ہیں۔ مثلاً یہ قصہ وَ إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً [2]
کیا اس کے یہ معنے کرنے چاہئے کہ خدائے تعالیٰ کسی استقبال کے زمانہ میں ملائکہ سے ایسا سوال
کرے گا ماسوا اس کے قرآن شریف اس سے بھرا پڑا ہے اور حدیثیں بھی اس کی مصدق ہیں کہ
موت کے بعد قبل از قیامت بھی بطور باز پرس سوالات ہوا کرتے ہیں۔
﴿۲۰۳﴾ (۴) چوتھی آیت جو مسیح کی موت پر دلالت کرتی ہے وہ یہ آیت ہے کہ إِنْ مِّنْ أَهْلِ
الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ [3] اور ہم اسی رسالہ میں اس کی تفسیر بیان کر چکے ہیں۔
(۵) پانچویں یہ آیت ہے مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ
الرُّسُلُ وَأُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ [4] (الجزو نمبر ۶) یعنی مسیح صرف ایک
رسول ہے اس سے پہلے نبی فوت ہو چکے ہیں اور ماں اس کی صدیقہ ہے جب وہ دونوں زندہ تھے
تو طعام کھایا کرتے تھے۔ یہ آیت بھی صریح نص حضرت مسیح کی موت پر ہے کیونکہ اس آیت میں

[1] المائدۃ:۱۱۷ [2] البقرۃ:۳۱ [3] النساء:۱۶۰ [4] المائدۃ:۷۶

جبکہ دوسری طرف مرزا قادیانی کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ سلام اللہ تعالیٰ سے یہ کلام قیامت کے دن یعنی مستقبل میں کریں گے

پیدا ہو جاتے ہیں۔ کوئی اُن کو خدا نہیں ٹھہراتا۔ کوئی اُن کی پرستش نہیں کرتا۔ کوئی اُن کے آگے سر نہیں جھکاتا۔ پھر خواہ نخواہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت اتنا شور کرنا اگر جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔ اور یہ کہنا کہ وہ اب تک زندہ ہے اور دوسرے نبی سب فوت ہو چکے یہ قرآن شریف کی مخالفت ہے۔ اللہ تعالیٰ تو قرآن شریف میں بتصریح اُن کی موت بیان فرماتا ہے پھر وہ زندہ کیونکر ہوئے اور قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ دوبارہ ہرگز نہیں آئیں گے۔ جیسا کہ آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي[1] سے یہ دونوں مطلب ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس تمام آیت کے اوّل آخر کی آیتوں کے ساتھ یہ معنے ہیں کہ خدا قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہے گا کہ کیا تو نے ہی لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اپنا معبود ٹھہرانا۔ تو وہ جواب دیں گے کہ جب تک میں اپنی قوم میں تھا تو میں اُن کے حالات سے مطلع تھا اور گواہ تھا پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو پھر تو ہی اُن کے حالات سے واقف تھا۔ یعنی بعد وفات مجھے اُن کے حالات کی کچھ بھی خبر نہیں۔

اب اس آیت سے صریح طور پر دو باتیں ثابت ہوتی ہیں (۱) اوّل یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس آیت میں اقرار کرتے ہیں کہ جب تک میں اُن میں تھا میں ان کا محافظ تھا۔ اور وہ میرے روبرو بگڑے نہیں بلکہ میری وفات کے بعد بگڑے ہیں۔ پس اب اگر فرض کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک آسمان پر زندہ ہیں تو ساتھ ہی اقرار کرنا پڑے گا کہ اب تک عیسائی بھی بگڑے نہیں کیونکہ اس آیت میں عیسائیوں کا بگڑنا آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کا ایک نتیجہ ٹھہرایا گیا ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر موقوف رکھا گیا ہے۔ لیکن جبکہ ظاہر ہے کہ عیسائی بگڑ چکے ہیں تو ساتھ ہی ماننا پڑتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہو چکے ہیں ورنہ تکذیب آیت قرآنی لازم آتی ہے۔ (۲) دوسرے یہ کہ آیت میں صریح طور پر بیان فرمایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائیوں کے بگڑنے کی نسبت اپنی لاعلمی ظاہر کریں گے اور کہیں گے کہ مجھے تو اُس وقت تک ان کے حالات کی نسبت علم تھا جبکہ میں اُن میں تھا۔

[1] المآئدة: ۱۱۸

قادیانی توجہ فرمائیں

حضرت عیسیٰ علیہ سلام کا اپنی قوم سے جدائی کا سبب کیا تھا ؟"موت" یا "ہجرت"۔

اگر قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ سلام کی جدائی کا سبب " موت " لیں گے تو پھر انکا عقیدہ کشمیر میں وفات عیسیٰ جھوٹا ثابت ہوتا ہے کیونکہ پھر وفات عیسیٰ یروشلم میں ثابت ہوتی ہے ناکہ کشمیر میں جبکہ یہ بات قادیانیوں کو ہرگز قابل قبول نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنے پر جماعت قادیانیہ کی ساری عمارت ہی زمین بوس ہو جاتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ سلام کا کشمیر سے ہجرت کر جانے کے بعد 120 سال تک انکی قوم کانگران کون تھا ؟

اگر قادیانی یہ کہتے ہیں کہ ان کی قوم کا نگران اللہ تعالیٰ تھا تو پھرحضرت عیسیٰ علیہ سلام کا قیامت کے دن یہ کہنا کہ میری موت کے بعد اے اللہ تو ہی انکا (یعنی عیسائی قوم کا۔ناقل) نگران تھا یہ جھوٹ کہلائے گا (معاذاللہ) اور اگر انکی قوم کا نگران خود حضرت عیسیٰ علیہ سلام ہی تھے تو پھر ان کی نبوت پر سوال اٹھتا ہے کہ ایک نبی کی نگرانی میں اس کی قوم بگڑ گئی اور اسے خدا کا بیٹا بنا لیا گیا تو اس سب کا گناہ حضرت عیسیٰ علیہ سلام پر آتا ہے جوکہ کسی بھی نبی کے شایان شان نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ سلام کی قوم کب بگڑی ؟

مرزا قادیانی کے بقول عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ سلام کی موت کے بعد بگڑے

﴾۱۸۶﴿ برہان الدین بھی میرے سے دشمنی کرتا ہے۔ برہان الدین اور سلطان محمود الگ الگ مسجدوں میں ہیں۔ جہلم سے پہلے پھل مونگ رسول گیا تھا۔ پادری ڈال گئی صاحب کے پاس گجرات میں رہا تھا۔ گجرات میں پادری صاحب کے پاس تین چار ماہ رہا تھا۔ وہاں بائبل پڑھی تھی۔ اس وقت مذہب عیسائی پسند آیا تھا۔ چال چلن کی وجہ سے بپتسمہ نہیں ملا تھا۔ کیونکہ میں محمدی لوگوں کو پسند کرتا تھا۔ پادری صاحب نے ایک آدمی اللہ دتا عیسائی میرے ساتھ کیا تھا اور کہا تھا کہ پنڈی کا اس کو ٹکٹ لے دو۔ اور پنڈی جاوے۔ میں یوسف کو جانتا ہوں۔ اس کے پاس جاتا تھا۔ اس لئے جاتا تھا۔ اللہ دتا میرے ہمراہ اسٹیشن پر نہیں آیا تھا۔ امیر الدین مرزا صاحب کا مرید مجھے

﴾۱۸۶﴿ قرآن شریف نے صاف صاف لفظوں میں فرما دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ دیکھو آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي[1] صاف ظاہر کر رہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں اور صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور نیز حدیث نبوی سے اس بات کا ثبوت دے دیا ہے کہ اس جگہ توفّی کے معنے مار دینے کے ہیں۔ اور یہ کہنا بیجا ہے کہ ”یہ لفظ توفیتنی جو ماضی کے صیغہ میں آیا ہے دراصل اس جگہ مضارع کے معنے دیتا ہے یعنی ابھی نہیں مرے بلکہ آخری زمانہ میں جا کر مریں گے“۔ کیونکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جناب الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ میری امت کے لوگ میری زندگی میں نہیں بگڑے بلکہ میری موت کے بعد بگڑے ہیں۔ پس اگر فرض کیا جائے کہ اب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے تو ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ اب تک نصاریٰ بھی نہیں بگڑے کیونکہ آیت میں صاف طور پر بتلایا گیا کہ نصاریٰ کا بگڑنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے بعد ہے اور اس سے زیادہ اور کوئی سخت بے ایمانی نہیں ہوگی کہ ایسی نص صریح سے انکار کیا جائے۔

اب جس حالت میں قرآن شریف کے صاف لفظوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ہی ثابت ہوتی ہے اور دوسری طرف قرآن شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم النبیین

☆ حدیث میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا اور حلیہ تھا اور آنے والے مسیح موعود کا اور حلیہ۔ سو یہ دو مختلف حلیے بتلا رہے ہیں کہ وہ مسیح اور تھا یہ اور ہے۔ دیکھو صحیح بخاری۔ منہ

[1] المائدۃ:۱۱۸

نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے **نبی** کا لقب پاتا ہے وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہیں جیسا کہ تم جب آئینہ میں اپنی شکل دیکھو تو تم دو نہیں ہو سکتے بلکہ ایک ہی ہو اگرچہ بظاہر دو نظر آتے ہیں صرف ظل اور اصل کا فرق ہے۔ سو ایسا ہی خدا نے مسیح موعود میں چاہا۔ یہی بھید **ہے** کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا یعنی وہ میں ہی ہوں اور اس میں دورنگی نہیں آئی اور تم یقیناً سمجھو کہ عیسیٰ بن مریم فوت ہو گیا ہے اور کشمیر سرینگر محلہ خانیار☆ میں اس کی قبر ہے خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں اس کے مرجانے کی خبر دی ہے اور اگر اس آیت کے اور معنی ہیں تو عیسیٰ بن مریم کی موت کی قرآن میں کہاں خبر ہے۔ مرنے کے متعلق جو آیتیں ہیں اگر وہ اور معنی رکھتی ہیں جیسا کہ ہمارے مخالف سمجھتے ہیں تو گویا قرآن نے اس کے مرنے کا کہیں ذکر نہیں کیا کہ وہ کسی وقت مرے گا بھی۔ خدا نے ہمارے نبی کے مرنے کی خبر دی مگر سارے قرآن میں عیسیٰ کے مرنے کی خبر نہ دی۔ اس میں کیا راز ہے اور اگر کہو کہ عیسیٰ کے مرنے کی اس آیت میں خبر ہے کہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ[1]❁ سو یہ آیت تو صاف دلالت کرتی ہے کہ وہ عیسائیوں کے بگڑنے سے پہلے مرچکے ہیں غرض اگر آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ کے یہ معنی ہیں کہ مع جسم زندہ عیسیٰ کو آسمان پر اُٹھا لیا تو کیوں خدا نے ایسے شخص کی موت کا سارے قرآن میں ذکر نہیں کیا جس کی زندگی

☆ **نوٹ:** عیسائی محققوں نے اسی رائے کو ظاہر کیا ہے دیکھو کتاب سوپر نیچرل ریلیجن صفحہ ۵۲۲۔ اگر تفصیل چاہتے ہو تو ہماری کتاب تحفہ گولڑویہ کا صفحہ ۱۳۹ دیکھ لو۔ منہ

❁ اسی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر دنیا میں نہیں آئیں گے کیونکہ اگر وہ دنیا میں آنے والے ہوتے تو اس صورت میں یہ جواب حضرت عیسیٰ کا محض جھوٹ ٹھہرتا ہے کہ مجھے عیسائیوں کے بگڑنے کی کچھ خبر نہیں جو شخص دوبارہ دنیا میں آیا اور چالیس برس رہا اور کروڑہا عیسائیوں کو دیکھا جو اس کو خدا جانتے تھے اور صلیب توڑا اور تمام عیسائیوں کو مسلمان کیا وہ کیونکر قیامت کو جناب الٰہی میں یہ عذر کر سکتا ہے کہ مجھے عیسائیوں کے بگڑنے کی کچھ خبر نہیں۔ منہ

[1] المائدۃ:۱۱۸

جبکہ دوسری طرف مرزا قادیانی کا کہنا ہے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ سلام کی زندگی میں ہی بگڑ گئے تھے

روحانی خزائن جلد ۲۳ ۲۶۶ چشمہ معرفت

آیا ہے اور اس وقت آیا ہے جبکہ دنیا خدا کے راہ کو بھول چکی تھی اور جن بیماروں کے لئے آیا
اُن کو اس نے چنگا کر کے دکھلا دیا اور نہ توریت اور نہ انجیل وہ اصلاح کر سکی جو قرآن شریف نے کی۔
کیونکہ توریت کی تعلیم پر چلنے والے یعنی یہودی ہمیشہ بار بار بُت پرستی میں پڑتے رہے چنانچہ
تاریخ جاننے والے اس پر گواہ ہیں اور وہ کتابیں کیا باعتبار علمی تعلیم کے اور کیا باعتبار عملی تعلیم کے
سراسر ناقص تھیں اس لئے اُن پر چلنے والے بہت جلد گمراہی میں پھنس گئے۔ انجیل پر ابھی تیس[۳۰] برس
بھی نہیں گذرے تھے کہ بجائے خدا کی پرستش کے ایک عاجز انسان کی پرستش نے جگہ لے لی
یعنی حضرت عیسیٰ خدا بنائے گئے اور تمام نیک اعمال کو چھوڑ کر ذریعہ معافی گناہ یہ ٹھہرا دیا کہ اُن ﴿۲۵۵﴾
کے مصلوب ہونے اور خدا کا بیٹا ہونے پر ایمان لایا جائے پس کیا یہی کتابیں تھیں جن کی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نقل کی بلکہ سچ تو یہ بات ہے کہ وہ کتابیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ تک ردّی کی طرح ہو چکی تھیں اور بہت جھوٹ اُن میں ملائے گئے تھے جیسا کہ
کئی جگہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے کہ وہ کتابیں محرف مبدّل ہیں اور اپنی اصلیت پر قائم
نہیں رہیں چنانچہ اس واقعہ پر اس زمانہ میں بڑے بڑے محقق انگریزوں نے بھی شہادت دی
ہے۔ پس جبکہ بائبل محرف مبدّل ہو چکی تھی اور جو بائبل کے حامی تھے وہ بقول پادری فنڈل اور
دوسرے محقق عیسائیوں کے اس زمانہ میں نہایت درجہ بدچلن ہو چکے تھے اور زمین پاپ اور گناہ
سے بھر گئی تھی اور آسمان کے نیچے بجز معصیت اور مخلوق پرستی کے اور کوئی عمل نہ تھا اس طرف آریہ ورت
بھی خراب ہو چکا تھا۔ اُس کے لئے پنڈت دیانند کی گواہی ستیارتھ میں کافی ہے اور قرآن شریف
نے خود اپنے آنے کی ضرورت پیش کی ہے کہ اس زمانہ میں ہر ایک قسم کی بدچلنی اور بداعتقادی
اور بدکاری زمین کے رہنے والوں پر محیط ہو گئی تھی تو اب خدا کا خوف کر کے سوچنا چاہئے کہ
کیا باوجود جمع ہونے اتنی ضرورتوں کے پھر بھی خدا نے نہ چاہا کہ اپنے تازہ اور زندہ کلام سے

طور پر اُس کا وجود لیا ہے پس تمام ٹھوکر ان کی حدیثوں کے سبب سے تھی جو آخر کار ان کے بے ایمان
ہونے کا موجب ہوگئی اور ممکن ہے کہ وہ لوگ ان حدیثوں کے معنوں میں بھی غلطی کرتے
ہوں یا حدیثوں میں بعض انسانی الفاظ مل گئے ہوں۔ غرض شائد مسلمانوں کو اس واقعہ کی خبر
نہیں ہوگی کہ یہودیوں میں حضرت مسیح کے منکر اہل حدیث ہی تھے انہوں نے ان پر شور مچایا
اور تکفیر کا فتویٰ لکھا اور اُن کو کافر قرار دیا اور کہا کہ یہ شخص خدا کی کتابوں کو مانتا نہیں خدا نے
الیاس کے دوبارہ آنے کی خبر دی اور یہ اس پیشگوئی کی تاویلیں کرتا اور بغیر کسی قرینہ صارفہ
کے ان خبروں کو کسی اور طرف کھینچ کر لے جاتا ہے☆ اور حضرت مسیح کا نام انہوں نے صرف
کافر ہی نہیں بلکہ ملحد بھی رکھا اور کہا کہ اگر یہ شخص سچا ہے تو پھر دین موسوی باطل ہے وہ ان کے
لئے فیج اعوج کا زمانہ تھا جھوٹی حدیثوں نے اُن کو دھوکا دیا۔ غرض حدیثوں کے پڑھنے
کے وقت یہ خیال کر لینا چاہئے کہ ایک قوم پہلے اس سے حدیث کو توریت پر قاضی ٹھہرا کر اس
حالت تک پہنچ چکی ہے کہ ایک سچے نبی کو انہوں نے کافر اور دجال کہا اور اُس سے انکار کر دیا۔
تاہم مسلمانوں کے لئے صحیح بخاری نہایت متبرک اور مفید کتاب ہے یہ وہی کتاب ہے جس
میں صاف طور پر لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے۔ ایسا ہی مسلم اور دوسری
احادیث کی کتابیں بہت سے معارف اور مسائل کا ذخیرہ اپنے اندر رکھتی ہیں اور اس احتیاط سے

☆ جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کفر کا فتویٰ لکھا گیا اُس وقت وہ پولوس بھی مکفرین کی جماعت میں داخل
تھا جس نے بعد میں اپنے تئیں رسول مسیح کے لفظ سے مشہور کیا یہ شخص حضرت مسیح کی زندگی میں آپ کا سخت
دشمن تھا جس قدر حضرت مسیح کے نام پر انجیلیں لکھی گئیں ہیں ان میں سے ایک میں بھی یہ پیشگوئی نہیں ہے کہ
میرے بعد پولوس توبہ کر کے رسول بن جائے گا اس شخص کے گزشتہ چال چلن کی نسبت لکھنا ہمیں کچھ
ضرورت نہیں کہ عیسائی خوب جانتے ہیں افسوس ہے کہ یہ وہی شخص ہے جس نے حضرت مسیح کو جب تک وہ
اس ملک میں رہے بہت دکھ دیا تھا اور جب وہ صلیب سے نجات پا کر کشمیر کی طرف چلے آئے تو اس نے
ایک جھوٹی خواب کے ذریعہ سے حواریوں میں اپنے تئیں داخل کیا اور تثلیث کا مسئلہ گھڑا اور عیسائیوں پر سؤر
کو جو توریت کے رو سے ابدی حرام تھا حلال کر دیا اور شراب کو بہت وسعت دے دی اور انجیلی عقیدہ میں
تثلیث کو داخل کیا تا ان تمام بدعتوں سے یونانی بُت پرست خوش ہو جائیں۔ منہ

قادیانیوں کے لیے لمحہ فکریہ

مرزا قادیانی کا دہرا معیار آپ کے سامنے ہے۔ ایک طرف کہتا ہے کہ "عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ سلام کی موت کے بعد بگڑے" جبکہ دوسری طرف اپنی تحریرات سے خود ہی یہ ثابت کرتا ہے کہ " حضرت عیسیٰ علیہ سلام کی زندگی میں ہی عیسائیوں میں تثلیث پھیل گئی"۔اب جبکہ " عقیدہ تثلیث" بقول مرزا قادیانی کے عیسیٰ علیہ سلام کی زندگی میں ہی ثابت ہو گیا ہے تو اب جماعت قادیانیہ " توفی"کا معنی " موت" نہیں کرسکتی۔بلکہ اب قادیانیوں کو " توفی باالموت"کی بجائے " توفی باالحجرت الی الکشمیر" کے معنی کرنا پڑیں گے لیکن عیسیٰ علیہ سلام کی کشمیر حجرت کروانے کے لیے قادیانیوں کے پاس کوئی قرینہ موجود نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ "توفی" کوئی اور نہیں بلکہ "توفی باالرفع" ہے جس کے لیے "رفع"کا قرینہ سورۃ آل عمران کی آیت 55 میں موجود ہے۔لہٰذا یہی وجہ ہے کہ "فلماتوفیتنی"کا معنی "اٹھا لیا" کیا جائے گا ناکہ کوئی اور۔

فلماتوفیتنی کا ترجمہ موت نہ کرنے پر مرزا قادیانی بھی مجبور ہے

دروازے کھولے جائیں گے۔ یاد رہے کہ اگر صرف روحیں ہوتیں تو اُن کے لئے **لھم** کی ضمیر نہ آتی۔ پس یہ قرینہ قویہ اس بات پر ہے کہ بعد موت جو مومنوں کا رفع ہوتا ہے وہ مع جسم ہوتا ہے مگر یہ جسم خاکی نہیں ہے بلکہ مومن کی روح کو ایک اور جسم ملتا ہے جو پاک اور نورانی ہوتا ہے اور اس دکھ اور عیب سے محفوظ ہوتا ہے جو عنصری جسم کے لوازم میں سے ہے یعنی وہ ارضی غذاؤں کا محتاج نہیں ہوتا۔ اور نہ زمینی پانی کا حاجت مند ہوتا ہے اور وہ تمام لوگ جن کو خدا تعالیٰ کی ہمسائیگی میں جگہ دی جاتی ہے ایسا ہی جسم پاتے ہیں۔ اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے بھی وفات کے بعد ایسا ہی جسم پایا تھا اور اسی جسم کے ساتھ وہ خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائے گئے تھے۔

بعض نادان اس جگہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جس حالت میں قرآن شریف کی یہ آیت کہ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ اور آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ[1] صاف طور پر بتلا رہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے حضور میں یہ عذر پیش کریں گے کہ میری وفات کے بعد لوگ بگڑے ہیں نہ میری زندگی میں تو اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر یہ عقیدہ صحیح ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب سے بچ کر کشمیر کی طرف چلے گئے تھے اور کشمیر میں ۸۷ برس عمر بسر کی تھی تو پھر یہ کہنا کہ میری وفات کے بعد لوگ بگڑ گئے صحیح نہیں ہوگا بلکہ یہ کہنا چاہئے تھا کہ میرے کشمیر کے سفر کے بعد لوگ بگڑے ہیں کیونکہ وفات تو صلیب کے واقعہ سے ستاسی[۸۷] برس بعد ہوئی۔

پس یاد رہے کہ ایسا وسوسہ صرف قلت تدبر کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے ورنہ کشمیر کا سفر اس فقرہ کی ضد نہیں کیونکہ **مادمت فیھم** کے یہ معنے ہیں کہ جب تک میں اپنی امت میں تھا جو میرے پر ایمان لائے تھے یہ معنے نہیں کہ جب تک میں اُن کی زمین میں تھا کیونکہ ہم قبول کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ زمین شام میں سے ہجرت کر کے کشمیر کی طرف چلے گئے تھے۔ مگر ﴿۴۲۶﴾ ہم یہ قبول نہیں کرتے کہ حضرت عیسیٰ کی والدہ اور آپ کے حواری پیچھے رہ گئے تھے بلکہ تاریخ کی رو سے ثابت ہے کہ حواری بھی کچھ تو حضرت عیسیٰ کے ساتھ اور کچھ بعد میں آپ کو آملے تھے جیسا کہ دھوما حواری حضرت عیسیٰ کے ساتھ آیا تھا باقی حواری بعد میں آگئے تھے

[1] المائدۃ:۱۱۸

سورة آل عمران

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِـهِ الرُّسُلُ ۚ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُـمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّـٰهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِى اللّـٰهُ الشَّاكِرِيْنَ (144)

اور محمد تو ایک رسول ہے، اس سے پہلے بہت رسول گزرے، پھر کیا اگر وہ مرجائے یا مارا جائے تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے، اور جو کوئی الٹے پاؤں پھر جائے گا تو اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑے گا اور اللہ شکر گزاروں کو ثواب دے گا۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ترجمہ از حکیم نوردین

اور ایک کلمہ بے ادبی کا مُنہ سے نکالا۔ اُس عورت کی شرمگاہ میں اُس شقی نے برچھی ماری اور حلق کی راہ سے نکال۔

ایک طرف بچھڑوں کی پرستش کا نمونہ۔ جو کچھ بنی اسرائیل نے دیکھا (تورات دیکھنے والے پر مخفی نہیں) دوسری طرف تمام عیسائیوں نے مسیح جیسے خاکسار بندے کو خدا مان لینے میں (جو کہ عیسائی تعلیم نے مسیح کا نمونہ دکھا دیا ہے نہیں) اس کا مقابلہ ان چند باتوں سے کر لو۔ اور پھر سوچو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں۔ اور موسیٰ و مسیح کے شاگردوں میں کیا فرق ہے۔

آپ کا جب انتقال ہو گیا جس وقت نبیٔ عرب دُنیا سے خدا کے پاس جا پہنچے۔ ابوبکرؓ نے مسجد نبوی میں لکچر دیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

اَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ۔[۱]

وَقَالَ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔

وَقَالَ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا۔ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔ سیپارہ ۴۔ رکوع ۶۔ قَالَ فَنَشَجَ النَّاسُ يَبْكُوْنَ۔[۲]

آپ کے جانشینوں میں ابوبکرؓ ہیں۔ ایام سلطنت اور خلافت میں ہر روز آپ کا اور آپکے تمام گھر کا مع عیال و اطفال کے کل دو درہم یعنی آٹھ آنے کے قریب خرچ ہے۔ وفات پر پُرانی

---

[۱] خبردار ہو جاؤ جو کوئی محمدؐ کو معبود جانتا ہو وہ جان لے محمدؐ وفات پا چکے۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کو پوجا کرتا ہو پس جان لے اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے مرتا نہیں۔ اور پھر کہا بیشک تو (اے محمدؐ) مرنے والا ہے اور اگلے بھی مر چکے ہیں۔

[۲] اور ابوبکرؓ نے کہا اور محمدؐ تو ایک رسول ہے پہلے اس سے بہت رسول ہو چکے۔ پھر کیا اگر وہ مر جاوے یا قتل کیا جاوے تو پھر جاؤ گے اُلٹے پاؤں پر۔ اور جو کوئی پھر جاویگا اُلٹے پاؤں وہ نہ بگاڑ سکے گا اللہ کا کچھ اور نزدیک ہے کہ اللہ ثواب دیگا شکر کرنے والوں کو۔ پس لوگ چلا اُٹھے روتے ہوئے۔
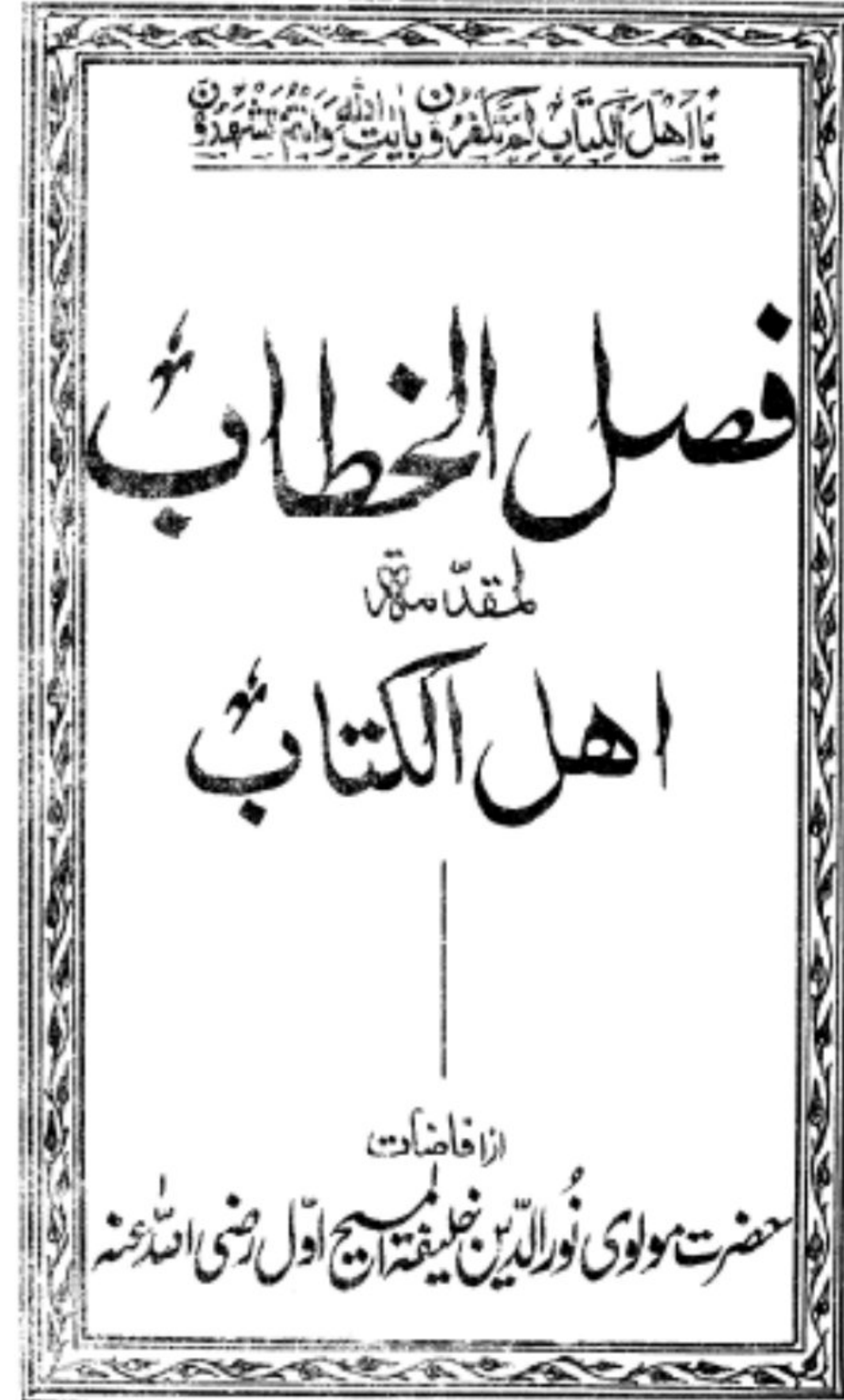
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ترجمہ از مرزا قادیانی

{۷}

سوال الوہیت مسیح پر

۲۲ مئی ۱۸۹۳ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اما بعد واضح ہو کہ بموجب شرائط قراردادہ پرچہ علیحدہ مورخہ ۲۴ اپریل ۱۸۹۳ء پہلا سوال ہماری طرف سے یہ تجویز ہوا تھا کہ ہم الوہیت حضرت مسیح علیہ السلام کے بارہ میں مسٹر عبداللہ آتھم صاحب سے سوال کریں گے۔ چنانچہ مطابق اسی شرط کے ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

واضح ہو کہ اس بحث میں یہ نہایت ضروری ہوگا کہ جو ہماری طرف سے کوئی سوال ہو۔ یا ڈپٹی عبداللہ آتھم کی طرف سے کوئی جواب ہو وہ اپنی طرف سے نہ ہو بلکہ اپنی اپنی الہامی[1] کتاب کے حوالہ سے ہو جس کو فریق ثانی حجت سمجھتا ہو۔ اور ایسا ہی ہر ایک دلیل[2] اور ہر ایک دعوٰی[3] جو پیش کیا جاوے وہ بھی اسی التزام سے ہو غرض کوئی فریق اپنی اس کتاب کے بیان سے باہر نہ جائے جس کا بیان بطور حجت ہو سکتا ہے۔

بعد اس کے واضح ہو کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے بارہ میں قرآن کریم میں بغرض رد کرنے خیالات ان صاحبوں کے جو حضرت موصوف کی نسبت خدا یا ابن اللہ کا اعتقاد رکھتے ہیں یہ آیات موجود ہیں۔

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۗ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۗ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ[4] ۔ سیپارہ ۶ ر ۱۴۔ یعنی حضرت مسیح ابن مریم میں اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہ وہ صرف ایک رسول ہے اور اس سے پہلے بھی رسول ہی آتے رہے ہیں اور یہ کلمہ کہ اس سے پہلے بھی رسول ہی آتے رہے ہیں۔ یہ قیاس استقرائی کے طور پر ایک استدلال لطیف ہے کیونکہ قیاسات کے جمیع اقسام میں سے استقراء کا مرتبہ وہ اعلیٰ شان کا

[4] المائدۃ: ۷۶

مرزا قادیانی اور قادیانی خلیفہ اول حکیم نوردین دونوں نے قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کا ترجمہ "رسول ہی آتے رہے ہیں" یا "بہت سے رسول ہوچکے" کیا ہے جبکہ جماعت قادیانیہ اس آیت کا ترجمہ "تمام رسول فوت ہوچکے" کرتی ہے شاید قادیانیوں نے اپنے پیشواؤں سے زیادہ علم حاصل کیا ہوا ہے

اگر باالفرض محال

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ سے تمام رسولوں کی وفات مراد لی جائے تو کیا تمام فرشتے بھی وفات پا چکے ہیں؟کیونکہ اللہ تعالیٰ سورۃ الحج کی آیت 75 میں ارشاد فرماتا ہے

اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ

اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور آدمیوں میں سے، بیشک اللہ سنتا دیکھتا ہے

الرسل سے مراد" تمام رسول"

قادیانی "الرسل" سے مراد "تمام رسول" لیتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ " لفظ (رسل) سے پہلے (ال)" آرہا ہے لہٰذا اس میں "تمام رسول" شامل ہونگے

اگر (ال) سے مراد تمام کا شامل ہونا ہے تو کیا بنی اسرائیل کے تمام انبیاء ناحق قتل کیے گئے تھے؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ البقرۃ کی آیت 61 میں ارشاد فرماتا ہے

ذٰلِكَ بِاَنَّـهُمْ كَانُـوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيَاتِ اللّـٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيِّيْنَ بِغَيْـرِ الْحَقِّ ۗذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُـوْا يَعْتَدُوْنَ

"یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے، یہ اس لیے کہ نافرمان تھے اور حد سے بڑھ جاتے تھے"

اس آیت مبارکہ میں "النبیٖن" سے پہلے (ال) آرہا ہے تو کیا اب اس میں تمام انبیاء شامل ہونگے جن کو ناحق قتل کیا گیا؟ ہرگز نہیں! پس ثابت ہوا کہ جیسے "النبیٖن" میں تمام انبیاء شامل نہیں ویسے ہی "الرسل" میں بھی تمام رسول شامل نہیں

قتل انبیاء سے متعلق قادیانی تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قتل سے مراد انبیاء کی تکذیب کرنا یا انہیں جھٹلانا ہے ناکہ انہیں شہید کرنا

لیجیے مرزا قادیانی نے خود ہی اپنی جماعت کی اس تاویل کارد کردیا ہے

﴿۳۴﴾ گذشتہ اکابر اور اماموں کو ان تکفیر کے فتووں سے بَری کر دیا اور نہ صرف بری بلکہ ان کی قطبیّت اور غوثیّت اور اعلیٰ مراتب ولایت کے قائل بھی ہو گئے اور اسی طرح علماء کی عادت رہی اور ایسے سعید ان میں سے بہت ہی کم نکلے جنہوں نے مقبولان درگاہ الٰہی کو وقت پر قبول کر لیا امام کامل حسین رضی اللہ عنہ سے لیکر ہمارے اس زمانہ تک یہی سیرت اور خصلت ان ظاہر پرست مدعیان علم کی چلی آئی کہ انہوں نے وقت پر کسی مرد خدا کو قبول نہیں کیا خدائے تعالیٰ نے یہودیوں کی نسبت قرآن کریم میں بیان فرمایا تھا کہ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ[1] ۔ الخ یعنی اے بنی اسرائیل کیا تمہاری یہ عادت ہو گئی کہ ہر ایک رسول جو تمہارے پاس آیا تو تم نے بعض کی ان میں سے تکذیب کی اور بعض کو قتل کر ڈالا۔ سو یہی خصلت اسلام کے علماء نے اختیار کر لی تا یہودیوں سے پوری پوری مشابہت پیدا کریں سو انہوں نے نقل اتارنے میں کچھ فرق نہیں رکھا اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا کہ تا وہ سب باتیں پوری ہو جائیں جو ابتدا سے رسول کریم نے اس مشابہت کے بارہ میں فرمائی تھیں۔ ہاں علماء نے مقبولوں کو قبول بھی کیا اور بڑی ارادت بھی ظاہر کی یہاں تک کہ ان کی جماعت میں بھی داخل ہو گئے مگر اس وقت کہ جب وہ اس دنیا ناپائیدار سے گذر گئے اور جب کہ کروڑ ہا بندگان خدا پر ان کی قبولیت ظاہر ہو گئی۔ وللہ در القائل۔

جب مر گئے تو آئے ہمارے مزار پر
پتھر پڑیں صنم تیرے ایسے پیار پر

اور میری حالت جو ہے وہ خداوند کریم خوب جانتا ہے اس نے مجھ پر کامل طور پر اپنی برکتیں

[1] البقرۃ: ۸۸

وہ ان ہر دو نبی صاحب الشریعت کی قوم میں سے نہیں ہیں۔ حضرت عیسیٰ اس لئے کہ ان کا کوئی باپ نہیں اور اسلام کے مسیح موعود کی نسبت جو آخری خلیفہ ہے خود علماءِ اسلام مان چکے ہیں کہ وہ قریش میں سے نہیں ہے اور نیز قرآن شریف فرماتا ہے کہ یہ دونوں مسیح ایک دوسرے کا عین نہیں ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں اسلام کے مسیح موعود کو موسوی مسیح موعود کا مثیل ٹھہراتا ہے نہ عین۔ پس محمدی مسیح موعود کو موسوی مسیح کا عین قرار دینا قرآن شریف کی تکذیب ہے۔ اور تفصیل اس استدلال کی یہ ہے کہ کَمَا کا لفظ جو آیت كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ میں ہے جس سے تمام محمدی سلسلہ کے خلیفوں کی موسوی سلسلہ کے خلیفوں کے ساتھ مشابہت ثابت ہوتی ہے ہمیشہ مماثلت کے لئے آتا ہے اور مماثلت ہمیشہ من وجہٍ مغایرت کو چاہتی ہے یہ ممکن نہیں کہ ایک چیز اپنے نفس کی مثیل کہلائے بلکہ مشبہ اور مشبہ بہ میں کچھ مغایرت ضروری ہے اور عین کسی وجہ سے اپنے نفس کا مغایر نہیں ہو سکتا۔ پس جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ کے مثیل ہو کر ان کے عین نہیں ہو سکتے ایسا ہی تمام محمدی خلیفے جن میں سے آخری خلیفہ مسیح موعود ہے وہ موسوی خلیفوں کے جن میں سے آخری خلیفہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں کسی طرح عین نہیں ہو سکتے اس سے قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ کَمَا کا لفظ جیسا کہ حضرت موسیٰ اور آنحضرت کی مشابہت کے لئے قرآن نے استعمال کیا ہے وہی کَمَا کا لفظ آیت كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ میں وارد ہے جو اسی قسم کی مغائرت چاہتا ہے جو حضرت موسیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ یاد رہے کہ اسلام کا بارھواں خلیفہ جو تیرھویں صدی کے سر پر ہونا چاہئے وہ یحییٰ نبی کے مقابل پر ہے جس کا ایک پلید قوم کے لئے سر کاٹا گیا (سمجھنے والا سمجھ لے) اس لئے ضروری ہے کہ بارھواں خلیفہ قریشی ہو جیسا کہ حضرت یحییٰ اسرائیلی ہیں۔ لیکن اسلام کا تیرھواں خلیفہ جو چودھویں صدی کے سر پر ہونا چاہئے جس کا نام مسیح موعود ہے اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ قریش میں سے نہ ہو جیسا کہ حضرت

پیدا ہونے کی وجہ سے یہودا کا پوتا ہی تھا اس وجہ سے اس کا نام سیلا ہی رکھ دیا گیا۔ اسی توریت پیدائش باب ۴۸ آیت پندرہ ۱۵ میں حضرت یعقوب کی یہ دعا ذکر کی ہے کہ اُس نے یوسف کے لئے برکت چاہی اور یوسف کے لڑکوں کے لئے دعا کر کے کہا کہ وہ خدا جس نے ساری عمر آج کے دن تک میری پاسبانی کی اِن جوانوں کو برکت دیوے اور جو میرا اور میرے باپ دادوں ابراہام اور اسحاق کا نام ہے سو اُن کا رکھا جاوے۔ پس اللہ جلّشانہٗ کی اس عادت قدیمہ سے انکار نہیں ہوسکتا کہ وہ روحانی مناسبت کی وجہ سے جو ایک کا نام ہے وہ دوسرے کا رکھ دیتا ہے۔ ابراہیمی المشرب اس کے نزدیک ابراہیم ہے اور موسوی المشرب اس کے نزدیک موسیٰ ہے اور عیسوی المشرب اس کے نزدیک عیسیٰ ہے اور جو اِن تمام مشربوں سے حصہ رکھتا ہے وہ اِن تمام ناموں کا مصداق ہے۔ ہاں اگر کوئی امر بحث کے لائق ہے تو یہ ہے کہ ابن مریم کے لفظ کو اس کے ظاہری اور متبادر معنوں سے کیوں پھیرا جائے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بوجہ قیام قرینہ قویہ کے کیونکہ قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوضاحت ناطق ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ جاں بحق ہوا اور خدائے تعالیٰ کی طرف اُٹھایا گیا اور اپنے بھائیوں میں جا ملا۔ اور رسول مقبول نبی آخر الزمان نے اپنی معراج کی رات میں یحییٰ نبی شہید کے ساتھ دوسرے آسمان میں اُس کو دیکھا یعنی گذشتہ اور وفات یافتہ لوگوں کی جماعت میں اُس کو پایا۔ قرآن کریم و احادیث صحیحہ یہ امید اور بشارت بتواتر دے رہی ہیں کہ مثیل ابن مریم اور دوسرے مثیل بھی آئیں گے مگر کسی جگہ یہ نہیں لکھا کہ کوئی گذشتہ اور وفات یافتہ نبی بھی پھر دنیا میں آ جائے گا۔ لہٰذا یہ بات بداہت ثابت ہے کہ ابن مریم سے وہ ابن مریم رسول اللہ مراد نہیں ہے جو فوت ہو چکا اور فوت شدہ جماعت میں جا ملا اور خدائے تعالیٰ کی اس حکمت عجیبہ پر بھی نظر ڈالو کہ اُس نے آج سے قریباً دس برس پہلے اس عاجز کا نام عیسیٰ رکھا اور بتوفیق و فضل خود براہین میں چھپوا کر ایک عالم میں اس نام کو مشہور کر دیا۔

﴿۳۱۴﴾
﴿۳۱۳﴾

سورۃ المآئدہ کی آیت 75 سے متعلق

مرزا قادیانی کی منافقت

ملاحظہ فرمائیں

مرزا قادیانی نے وفات عیسیٰ ثابت کرنے کے لیے آیت کا ترجمہ "نبی فوت ہوگئے" کیا ہے

بطور اصطلاح کے قبض روح کے لئے یہ لفظ مقرر کیا گیا ہے تا روح کی بقاء پر دلالت کرے۔
افسوس کہ بعض علماء جب دیکھتے ہیں کہ توفّی کے معنے حقیقت میں وفات دینے کے ہیں تو
پھر یہ دوسری تاویل پیش کرتے ہیں کہ آیت فلمّا توفّیتنی میں جس توفّی کا ذکر ہے وہ ﴿۲۰۲﴾
حضرت عیسیٰ کے نزول کے بعد واقع ہوگی۔ لیکن تعجب کہ وہ اس قدر رکیک تاویلات کرنے
سے ذرہ بھی شرم نہیں کرتے۔ وہ نہیں سوچتے کہ آیت فلمّا توفّیتنی سے پہلے یہ آیت ہے
وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ [1] الخ اور ظاہر ہے کہ قال کا
صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اوّل اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے جس سے یہ
ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا نہ زمانہ استقبال کا اور پھر ایسا ہی
جو جواب حضرت عیسیٰ کی طرف سے ہے یعنی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ وہ بھی بصیغہ ماضی ہے اور اس قصہ
سے پہلے جو بعض دوسرے قصّے قرآن کریم میں اسی طرز سے بیان کئے گئے ہیں وہ بھی انہیں معنوں
کے مؤید ہیں۔ مثلاً یہ قصہ وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً [2]
کیا اس کے یہ معنے کرنے چاہیئے کہ خدائے تعالیٰ کسی استقبال کے زمانہ میں ملائکہ سے ایسا سوال
کرے گا ماسوا اس کے قرآن شریف اس سے بھرا پڑا ہے اور حدیثیں بھی اس کی مصدق ہیں کہ
موت کے بعد قبل از قیامت بھی بطور باز پُرس سوالات ہوا کرتے ہیں۔
﴿۲۰۳﴾ (۴) چوتھی آیت جو مسیح کی موت پر دلالت کرتی ہے وہ یہ آیت ہے کہ اِنْ مِّنْ اَهْلِ
الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ [3] اور ہم اسی رسالہ میں اس کی تفسیر بیان کرچکے ہیں۔
(۵) پانچویں یہ آیت ہے مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ
الرُّسُلُ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ [4] (الجزو نمبر ۶) یعنی مسیح صرف ایک
رسول ہے اس سے پہلے نبی فوت ہوچکے ہیں اور ماں اس کی صدیقہ ہے جب وہ دونوں زندہ تھے
تو طعام کھایا کرتے تھے۔ یہ آیت بھی صریح نص حضرت مسیح کی موت پر ہے کیونکہ اس آیت میں

[1] المائدۃ:۱۱۷ [2] البقرۃ:۳۱ [3] النساء:۱۶۰ [4] المائدۃ:۷۶

لیکن جب دو سال کے بعد مرزا قادیانی کا عیسائی پادری عبداللہ آتھم سے مناظرہ ہوا تو اس وقت آیت کا ترجمہ " رسول ہی آتے رہے ہیں "کردیا!

{۷}

سوال الوہیت مسیح پر

۲۲ر مئی ۱۸۹۳ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

امّا بعد واضح ہو کہ بموجب شرائط قرارداده پرچہ علیحدہ مورخہ ۲۴؍اپریل ۱۸۹۳ء پہلا سوال ہماری طرف سے یہ تجویز ہوا تھا کہ ہم الوہیت حضرت مسیح علیہ السلام کے بارہ میں مسٹر عبداللہ آتھم صاحب سے سوال کریں گے۔ چنانچہ مطابق اسی شرط کے ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

واضح ہو کہ اس بحث میں یہ نہایت ضروری ہوگا کہ جو ہماری طرف سے کوئی سوال ہو۔ یا ڈپٹی عبداللہ آتھم کی طرف سے کوئی جواب ہو وہ اپنی طرف سے نہ ہو بلکہ اپنی اپنی الہامی[1] کتاب کے حوالہ سے ہو جس کو فریق ثانی حجت سمجھتا ہو۔ اور ایسا ہی ہر ایک دلیل[2] اور ہر ایک دعویٰ[3] جو پیش کیا جاوے وہ بھی اسی التزام سے ہو غرض کوئی فریق اپنی اس کتاب کے بیان سے باہر نہ جائے جس کا بیان بطور حجت ہو سکتا ہے۔

بعد اس کے واضح ہو کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے بارہ میں قرآن کریم میں بغرض رد کرنے خیالات ان صاحبوں کے جو حضرت موصوف کی نسبت خدا یا ابن اللہ کا اعتقاد رکھتے ہیں یہ آیات موجود ہیں۔

مَا الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ مَرۡیَمَ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّہٗ صِدِّیۡقَۃٌ ؕ کَانَا یَاۡکُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنۡظُرۡ کَیۡفَ نُبَیِّنُ لَہُمُ الۡاٰیٰتِ ثُمَّ انۡظُرۡ اَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَ[1] ـ سیپارہ ۶ ر ۱۴۔ یعنی حضرت مسیح ابن مریم میں اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہ وہ صرف ایک رسول ہے اور اس سے پہلے بھی رسول ہی آتے رہے ہیں اور یہ کلمہ کہ اس سے پہلے بھی رسول ہی آتے رہے ہیں۔ یہ قیاس استقرائی کے طور پر ایک استدلال لطیف ہے کیونکہ قیاسات کے جمیع اقسام میں سے استقراء کا مرتبہ وہ اعلیٰ شان کا

[1] المائدۃ:۷۶

کیا کوئی قادیانی بتا سکتا ہے کہ آخر
مرزا قادیانی کو کیا مجبوری پیش آئی کہ
اسے دو علیدہ مقامات پر ایک ہی
آیت کے دو مختلف ترجمے کرنے پڑے ؟

آئیے ہم آپ کو بتاتے ہیں

ازالہ اوہام میں مرزا قادیانی نے چونکہ وفات عیسیٰ ثابت کرنا تھی اس لیے مرزا قادیانی نے یہودیانہ خصلت کا مظاہرہ کیا اور آیت مبارکہ کا ترجمہ اپنی مرضی کے مطابق کردیا کہ " مسیح سے پہلے نبی فوت ہو چکے "

لیکن

جب دو سال کے بعد عیسائی پادری عبداللہ آتھم سے الوہیت مسیح کے موضوع پر مرزا قادیانی کا مناظرہ ہوا تو اسی آیت مبارکہ کا ترجمہ مرزا قادیانی نے " رسول ہی آتے رہے ہیں "کردیا کیونکہ مرزا قادیانی جانتا تھا کہ اس آیت مبارکہ میں مسیح سے پہلے کے رسول کا ذکر ہے اور اگر یہاں پر بھی پہلے کی طرح "مسیح سے پہلے نبی فوت ہوگئے "کا ترجمہ کیا گیا تو پادری عبداللہ آتھم یہ شور مچائے گا کہ دیکھو اس آیت میں تو مسیح سے پہلے کے نبی کی وفات کا ذکر ہے ناکہ مسیح کی وفات کا لہٰذا ثابت ہوا کہ مسیح زندہ ہے

پس یہی وہ وجہ تھی کہ جس نے مرزا قادیانی کو آیت مبارکہ کا ترجمہ بدلنے کے لیے مجبور کردیا جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ سلام کی الوہیت کو رد کرنے کے لیے وفات مسیح کی دلیل دینا سب سے پختہ رد تھا جوکہ مرزا قادیانی نے نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن مجید میں الوہیت مسیح کو مختلف انداز میں رد فرمایا ہے لیکن کہیں پر بھی حضرت عیسیٰ علیہ سلام کی وفات کا ذکر فرما کر رد نہیں کیا کیونکہ جب وفات عیسیٰ ہوئی ہی نہیں تو پھر اسکا رد کہاں سے ہوسکتا تھا؟

خطبہ

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

مات فقتلته بسیفی هذا. وانما رُفع الی السماء کمارُفع عیسی ابن مریم علیه السلام وقال ابوبکر بن قحافة من کان یعبد محمدًا فان محمدًا قدمات ومن کان یعبد اِلٰه محمدٍ فانه حیّ لا یموت وقرء هذه الأیة وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۠ئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰۤى اَعۡقَابِكُمۡ [1] فرجع القوم الی قوله ۔ دیکھو ملل نحل جلد ثالث ۔

ترجمہ یہ ہے کہ عمر خطاب کہتے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو میں اپنی اِسی تلوار سے اُس کو قتل کر دوں گا بلکہ وہ آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں جیسا کہ عیسیٰ بن مریم اُٹھائے گئے ☆ اور ابوبکر نے کہا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا ہے تو وہ تو ضرور فوت ہو گئے ہیں اور جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کی عبادت کرتا ہے تو وہ زندہ ہے نہیں مرے گا یعنی ایک

﴿۴۹﴾

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ جو شخص حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ کلمہ منہ پر لائے گا کہ وہ مر گئے ہیں تو میں اس کو اپنی اسی تلوار سے اس کو قتل کر دوں گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کو اپنے کسی خیال کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر بہت غلو ہو گیا تھا اور وہ اس کلمہ کو جو آنحضرت مر گئے کلمہ کفر اور ارتداد سمجھتے تھے۔ خدا تعالیٰ ہزارہا نیک اجر حضرت ابوبکر کو بخشے کہ جلد تر اُنہوں نے اس فتنہ کو فرو کر دیا اور نص صریح کو پیش کر کے بتلا دیا کہ گذشتہ تمام نبی مر گئے ہیں اور جیسا کہ انہوں نے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی وغیرہ کو قتل کیا درحقیقت اس تصریح سے بھی بہت سے فیج اعوج کے کذابوں کو تمام صحابہ کے اجماع سے قتل کر دیا گویا چار کذاب نہیں بلکہ پانچ کذاب مارے۔ یا الٰہی ان کی جان پر کروڑہا رحمتیں نازل کر آمین۔ اگر اس جگہ خلت کے یہ معنے کئے جائیں کہ بعض نبی زندہ آسمان پر جا بیٹھے ہیں تب تو اس صورت میں حضرت عمر حق بجانب ٹھہرتے ہیں اور یہ آیت ان کو

﴿۴۹﴾

[1] اٰل عمران: ۱۴۵

خدا ہی میں یہ صفت ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ ہے اور باقی تمام نوع انسان وحیوان پہلے اس سے مرجاتے ہیں کہ اُن کی نسبت خلود کا گمان ہو۔ اور پھر حضرت ابوبکر نے یہ آیت پڑھی جس کا یہ ترجمہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رسول ہیں اور سب رسول دُنیا سے گذر گئے کیا اگر وہ فوت ہوگئے یا قتل کئے گئے تو تم مرتد ہو جاؤ گے تب لوگوں نے اس آیت کو سن کر اپنے خیالات سے رجوع کر لیا۔ اب سوچو کہ حضرت ابوبکر کا اگر قرآن سے یہ استدلال نہیں تھا

«۵۰»

معتبر نہیں بلکہ اُن کی مؤید ٹھہرتی ہے۔ لیکن اس آیت کا اگلا فقرہ جو بطور تشریح ہے یعنی اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ [1] جس پر حضرت ابوبکر کی نظر جا پڑی ظاہر کر رہا ہے کہ اس آیت کے یہ معنے لینا کہ تمام نبی گذر گئے گو مر کر گذر گئے یا زندہ ہی گذر گئے یہ دجل اور تحریف اور خدا کی منشاء کے برخلاف ایک عظیم افترا ہے۔ اور ایسے افترا عمداً کرنے والے جو عدالت کے دن سے نہیں ڈرتے اور خدا کی اپنی تشریح کے برخلاف اُلٹے معنے کرتے ہیں وہ بلاشبہ ابدی لعنت کے نیچے ہیں۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اُس وقت تک اس آیت کا علم نہیں تھا اور دوسرے بعض صحابہ بھی اسی غلط خیال میں مبتلا تھے اور اُس سہو ونسیان میں گرفتار تھے جو مقتضائے بشریت ہے اور اُن کے دل میں تھا کہ بعض نبی اب تک زندہ ہیں اور پھر دنیا میں آئیں گے۔ پھر کیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی مانند نہ ہوں۔ لیکن حضرت ابوبکر نے تمام آیت پڑھ کر اور اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ [1] سنا کر دلوں میں بٹھا دیا کہ خلت کے معنے دو قسم میں ہی محصور ہیں (۱) حتف انف سے مرنا یعنی طبعی موت۔ (۲) مارے جانا۔ تب مخالفوں نے اپنی غلطی کا اقرار کیا اور تمام صحابہ اس کلمہ پر متفق ہو گئے کہ گذشتہ نبی سب مر گئے ہیں اور فقرہ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ [1] کا بڑا ہی اثر پڑا اور سب نے اپنے مخالفانہ خیالات سے رجوع کر لیا۔ فالحمد للّٰہ علٰی ذالک۔ منہ

بقیہ حاشیہ

[1] آل عمران: ۱۴۵

خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے چند باتیں واضح ہو گئیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عیسیٰ علیہ سلام کو جسم سمیت زندہ آسمان پر مانتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ "کیا اگر وہ نبی فوت ہوگئے یا قتل کیے گئے تو تم مرتد ہوجاؤ گے" اس بات کی دلیل ہے کہ یہ خطبہ اس لیے دیا گیا تھا تاکہ حضورﷺ کی وفات کی وجہ سے کوئی مسلمان اسلام سے واپس پلٹ نہ جائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عقیدہ حیات عیسیٰ کی تردید نہیں فرمائی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے اس عقیدہ رجوع نہیں فرمایا۔

قادیانیوں سے چند سوالات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں عقیدہ حیات عیسیٰ کہاں سے آیا ؟

کیا اللہ کے نبیﷺ ایک جلیل القدر صحابی کا عقیدہ درست فرمائے بغیر ہی دنیا سے پردہ فرما گئے ؟

بقول مرزا قادیانی کے حیات عیسیٰ کا عقیدہ ایک مشرکانہ عقیدہ ہے تو کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ ساری زندگی مشرک رہے ؟

کیا کبھی کسی مشرک کی رائے کی تائید میں اللہ تعالیٰ نے قرآنی آیات نازل فرمائیں ؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اسی آیت مبارکہ سے خطبہ پڑھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟

اگر صحابہ کرام کا اجماع وفات عیسیٰ پر ہو گیا تھا تو پھر صحابہ کرام ان تمام احادیث کا جن میں مسیح کے آنے کی خبر ہے اسکا مصداق کس کو سمجھتے تھے ؟

اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی عنہ کے عقیدہ حیات عیسیٰ کی تردید فرمائی تھی تو انہوں نے سورۃ المآئدہ کی آیت 117 یا سورۃ آل عمران کی آیت 55 کو کیوں نا پڑھا جن میں بقول قادیانیوں کے وفات عیسیٰ کا صراحت سے ذکر ہے ؟

بقول مرزا قادیانی کے بعض صحابہ بھی اس غلط خیال میں مبتلا تھے تو کیا وہ سب بھی مشرک تھے ؟

کیا "بعد" کا مطلب "موت" ہوتا ہے؟
ایک قادیانی دھوکہ

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَـمَ يَا بَنِىٓ اِسْرَآئِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّـٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْ بَعْدِى اسْمُهٝٓ اَحْـمَدُ ۖ فَلَمَّا جَآءَهُـمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (6)

اور جب عیسٰی بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل! بے شک میں اللہ کا تمہاری طرف رسول ہوں (اور) تورات جو مجھ سے پہلے ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہوگا، پس جب وہ واضح دلیلیں لے کر ان کے پاس آگیا تو کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے۔

قادیانی اس آیت مبارکہ سے یہ باطل استدلال کرتے ہیں کہ " حضرت عیسیٰ علیہ سلام نے یہ فرمایا "کہ میرے (بعد) ایک رسول آئیں گے" لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ سلام وفات پا گئے کیونکہ ان کا "بعد" ان کی "وفات" ہے

قادیانیوں کے اس باطل استدلال کا رد

وَاتَّخَذَ قَوۡمُ مُوۡسٰی مِنۡ بَعۡدِہٖ مِنۡ حُلِیِّہِمۡ عِجۡلًا جَسَدًا لَّہٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّہٗ لَا یُکَلِّمُہُمۡ وَلَا یَہۡدِیۡہِمۡ سَبِیۡلًا ۘ اِتَّخَذُوۡہُ وَکَانُوۡا ظٰلِمِیۡنَ (148)

اور موسیٰ کی قوم نے اس کے جانے بعد اپنے زیوروں سے بچھڑا بنالیا جو ایک جسم تھا جس میں گائے کی آواز تھی، کیا انھوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات بھی نہیں کرتا اور نہ ہی انھیں راہ بتاتا ہے، اسے معبود بنالیا اور وہ ظالم تھے۔

اگر " بعد "کا مطلب "موت" ہے تو کیا حضرت موسیٰ علیہ سلام کی قوم نے ا نکی وفات کے بعد بچھڑے کی پوجا شروع کردی تھی؟

پس قادیانی یہ مان لیں کہ انکی قوم نے انکی "وفات کے بعد" بچھڑے کی پوجا شروع کردی تھی یا پھر یہ تسلیم کریں کہ " بعد "کا مطلب "موت" نہیں ہوتا ہے

کیا قانون قدرت بدل سکتا ہے؟

﴿۹۶﴾ کوئی قوت پیدا کر سکے یا کوئی ذرہ اجسام بنا سکے یا کوئی علم غیب اپنی شناخت کے لئے اپنی کتاب میں بیان کر سکے یا دلوں کو تسلی دینے کے لئے اپنا کوئی معجزہ دکھلا سکے تو پھر یہ کہنا کہ اُس کا کوئی قانونِ قدرت ہے سراسر لغو اور بے معنی بات ہے۔ قانون کا مرتب کرنا قدرت کے بعد ہے اور جب قدرت ہی نہیں تو یہ کہنا چاہئے کہ قانون عجز اور بے قدرتی۔ نہ کہ قانون قدرت۔ وہ پرمیشر جو مکتی دائمی نہیں دے سکتا اور کسی کا گنہ نہیں بخش سکتا اور اپنی ہستی ثابت کرنے کے لئے کوئی قدرت کا نمونہ دکھلا نہیں سکتا اس کی نسبت قانون قدرت کو کیونکر منسوب کر سکتے ہیں۔

پھر مضمون خواں نے بیان کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ خدا اپنے قانون کو بدل سکتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کیا وہ اپنے صفات کو بھی بدل سکتا ہے۔ اب غور کرنا چاہئے کہ یہ کیسا بیہودہ جواب ہے یہ تو سچ ہے کہ جیسا کہ خدا غیر متبدل ہے اس کی صفات بھی غیر متبدّل ہیں اس سے کس کو انکار ہے مگر آج تک اُس کے کاموں کی حد بست کس نے کی ہے۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اس کی عمیق در عمیق اور بے حد قدرتوں کی انتہا تک پہنچ گیا ہے بلکہ اُس کی قدرتیں غیر محدود ہیں اور اس کے عجائب کام ناپیدا کنار ہیں اور وہ اپنے خاص بندوں کے لئے اپنا قانون بھی بدل لیتا ہے مگر وہ بدلنا بھی اُس کے قانون میں ہی داخل ہے جب ایک شخص اُس کے آستانہ پر ایک نئی روح لے کر حاضر ہوتا ہے اور اپنے اندر ایک خاص تبدیلی محض اس کی رضامندی کے لئے پیدا کرتا ہے تب خدا بھی اس کے لئے ایک تبدیلی پیدا کر لیتا ہے کہ گویا اس بندے پر جو خدا ظاہر ہوا ہے وہ اور ہی خدا ہے۔ نہ وہ خدا جس کو عام لوگ جانتے ہیں۔ وہ ایسے آدمی کے مقابل پر جس کا ایمان کمزور ہے کمزور کی طرح ظاہر ہوتا ہے لیکن جو اس کی جناب میں ایک نہایت قوی ایمان کے ساتھ آتا ہے وہ اُس کو دکھلا دیتا ہے کہ تیری مدد کے لئے میں بھی قوی ہوں۔ اس طرح انسانی تبدیلیوں کے مقابل پر اس کی صفات میں بھی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں جو شخص ایمانی حالت میں ایسا مفقود الطاقت ہے کہ گویا میّت ہے خدا بھی اس کی تائید اور نصرت سے دستکش ہو کر ایسا خاموش ہو جاتا ہے کہ گویا نعوذ باللہ وہ مر گیا ہے۔ مگر یہ تمام تبدیلیاں وہ اپنے قانون کے اندر اپنے تقدس کے موافق

ہر ایک جو اُن سے عداوت کرتا ہے آخر خاک میں ملایا جاتا ہے اور خدا اُن کی ہر بات میں اور حرکات میں اور اُن کے لباس میں اور مکان میں برکتیں رکھ دیتا ہے اور اُن کے دوستوں کا دوست اور اُن کے دشمنوں کا دشمن بن جاتا ہے۔ اور زمین اور آسمان کو اُن کی خدمت میں لگا دیتا ہے اور جیسا کہ زمین اور آسمان کی مخلوقات پر نظر ڈال کر ماننا پڑتا ہے کہ ان مصنوعات کا ایک خدا ہے ایسا ہی اُن تمام نصرتوں اور تائیدوں اور نشانوں پر نظر ڈال کر جو اُن کے لئے خدا تعالیٰ ظاہر فرماتا ہے قبول کرنا پڑتا ہے کہ وہ مقبول الٰہی ہیں پس وہ اُن تائیدوں اور نصرتوں اور نشانوں سے شناخت کئے جاتے ہیں کیونکہ وہ اس کثرت اور اس صفائی سے ہوتے ہیں کہ اُن میں کوئی دوسرا شریک اُن کا ہو ہی نہیں سکتا۔

ماسوا اس کے جس طرح خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے صفاتِ اخلاقیہ سے دلوں میں اپنی محبت جماوے ایسا ہی اُن کی صفاتِ اخلاقیہ میں اس قدر معجزانہ تاثیر رکھ دیتا ہے کہ دل اُن کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔ وہ ایک عجیب قوم ہے کہ مَرنے کے بعد زندہ ہوتے ہیں اور کھونے کے بعد پاتے ہیں اور اس قدر زور سے صدق اور وفا کی راہوں پر چلتے ہیں کہ اُن کے ساتھ خدا کی ایک الگ عادت ہو جاتی ہے گویا اُن کا خدا ایک الگ خدا ہے جس سے دنیا بے خبر ہے۔ اور اُن سے ﴿۵۰﴾ خدا تعالیٰ کے وہ معاملات ہوتے ہیں جو دوسروں سے وہ ہرگز نہیں کرتا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام چونکہ صادق اور خدا تعالیٰ کا وفادار بندہ تھا اس لئے ہر ایک ابتلاء کے وقت خدا نے اُس کی مدد کی جبکہ وہ ظلم سے آگ میں ڈالا گیا خدا نے آگ کو اُس کے لئے سرد کر دیا۔ اور جب ایک بدکردار **بادشاہ** اُن کی بیوی سے بد ارادہ رکھتا تھا تو خدا نے اُس کے اُن ہاتھوں پر بلا نازل کی جن کے ذریعہ سے وہ اپنے پلید ارادہ کو پورا کرنا چاہتا تھا۔ پھر جبکہ ابراہیم نے خدا کے حکم سے اپنے پیارے بیٹے کو جو اسمٰعیل تھا ایسی پہاڑیوں میں ڈال دیا جن میں نہ پانی نہ دانہ تھا تو خدا نے غیب سے اُس کے لئے پانی اور سامانِ خوراک پیدا کر دیا۔

اور ظاہر ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ ظالم لوگ اُن کو ہلاک کر دیتے ہیں اور آگ میں ڈالتے اور پانی میں غرق کر دیتے ہیں اور کوئی مدد خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن کو نہیں پہنچتی کو وہ

﴿۳۹۳﴾ مولویوں کو جواب دیا کہ اس زمانہ کے حرامکار لوگ مجھ سے معجزہ مانگتے ہیں لیکن اُن کو بجز یونس نبی کے معجزہ کے اور کوئی معجزہ نہیں دکھایا جائے گا۔

یعنی یہ معجزہ دکھایا جائے گا کہ جیسے یونس نبی تین دن مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا اور مرا نہیں۔ ایسا ہی قدرت الٰہی سے مسیح بھی تین دن تک بحالت زندگی قبر میں رہے گا اور نہیں مرے گا۔

اب خیال کرنا چاہیئے کہ اگر مسیح کے الفاظ مذکورہ بالا کو حقیقی موت پر حمل کر لیں تو یہ معجزہ یونس کی مشابہت کا باطل ہو جائے گا کیونکہ یونس مچھلی کے پیٹ میں بحالت زندگی رہا تھا نہ مردہ ہو کر۔ سو اگر مسیح مر گیا تھا اور موت کی حالت میں قبر میں داخل کیا گیا تو اس کو یونس کے اس واقعہ سے کیا مشابہت۔ اور یونس کے واقعہ کو اسکے اس واقعہ سے کیا مناسبت؟ اور مُردوں کو زندوں سے کیا مماثلت سو یہ کافی اور کامل قرینہ ہے کہ مسیح کا یہ کہنا کہ میں تین دن تک مُردوں گا حقیقت پر محمول نہیں بلکہ اس سے مجازی موت مراد ہے جو سخت غشی کی حالت تھی۔

اور اگر یہ عذر پیش ہو کہ مسیح نے مصلوب ہونے کے وقت یہ بھی کہا تھا کہ آج میں بہشت میں ﴿۳۹۴﴾ داخل ہوں گا، پس اس سے صفائی کے ساتھ مسیح کا فوت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ سو واضح ہو کہ مسیح کو بہشت میں داخل ہونے اور خدائے تعالیٰ کی طرف اُٹھائے جانے کا وعدہ دیا گیا تھا مگر وہ کسی اور وقت پر موقوف تھا جو مسیح پر ظاہر نہیں کیا گیا تھا جیسا کہ قرآن کریم میں انّی متوفیک ورافعک الیّ وارد ہے۔ سو اُس سخت گھبراہٹ کے وقت میں مسیح نے خیال کیا کہ شاید آج ہی وہ وعدہ پورا ہوگا۔ چونکہ مسیح ایک انسان تھا اور اس نے دیکھا کہ تمام سامان میرے مرنے کے موجود ہو گئے ہیں لہٰذا اس نے برعایتِ اسباب گمان کیا کہ شاید آج میں مر جاؤں گا۔ سو بباعث ہیبت تجلّی جلالی حالت موجودہ کو دیکھ کر ضعف بشریت اُس پر غالب ہو گیا تھا تبھی اس نے دل برداشتہ ہو کر کہا ایلی ایلی لما سبقتنی یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا!

نیکی کرتا ہے۔ سو یہ اخلاقی ترقی کا آخری کمال ہے کہ ہمدردی خلائق میں کوئی نفسانی مطلب یا مدّعا یا غرض درمیان نہ ہو بلکہ اخوت و قرابت انسانی کا جوش اس اعلیٰ درجہ پر نشوونما پا جائے کہ خود بخود بغیر کسی تکلّف کے اور بغیر پیش نہاد رکھنے کسی قسم کی شکر گذاری یا دعا یا اور کسی قسم کی پاداش کے وہ نیکی فقط فطرتی جوش سے صادر ہو۔ ﴿۸۳۵﴾

عزیزو! اپنے سلسلہ کے بھائیوں سے جو میری اس کتاب میں درج ہیں باستثنا اس شخص کے کہ بعد اس کے خدائے تعالیٰ اس کو رد کر دیوے خاص طور سے محبت رکھو اور جب تک کسی کو نہ دیکھو کہ وہ اس سلسلہ سے کسی مخالفانہ فعل یا قول سے باہر ہو گیا تب تک اس کو اپنا ایک عضو سمجھو۔ لیکن جو شخص مکاری سے زندگی بسر کرتا ہے اور اپنی بدعہدیوں یا کسی قسم کے جور و جفا سے اپنے کسی بھائی کو آزار پہنچاتا ہے یا وساوس و حرکاتِ مخالف عہد بیعت سے باز نہیں آتا وہ اپنی بدعملی کی وجہ سے اس سلسلہ سے باہر ہے۔ اس کی پرواہ نہ کرو۔

چاہیئے کہ اسلام کی ساری تصویر تمہارے وجود میں نمودار ہو اور تمہاری پیشانیوں میں اثر سجود نظر آوے اور خدائے تعالیٰ کی بزرگی تم میں قائم ہو۔ اگر قرآن اور حدیث کے مقابل پر ایک جہان عقلی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اس کو قبول نہ کرو اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے۔ توحید پر قائم رہو اور نماز کے پابند ہو جاؤ اور اپنے مولیٰ حقیقی کے حکموں کو سب سے مقدم رکھو اور اسلام کے لئے سارے دُکھ اٹھاؤ۔ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ[1]

---

[1] ال عمران: ۱۰۳

خدا ہی میں یہ صفت ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ ہے اور باقی تمام نوع انسان وحیوان پہلے اس سے مرجاتے ہیں کہ اُن کی نسبت خلود کا گمان ہو۔ اور پھر حضرت ابوبکر نے یہ آیت پڑھی جس کا یہ ترجمہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رسول ہیں اور سب رسول دُنیا سے گذر گئے کیا اگر وہ فوت ہو گئے یا قتل کئے گئے تو تم مرتد ہو جاؤ گے تب لوگوں نے اس آیت کو سن کر اپنے خیالات سے رجوع کر لیا۔ اب سوچو کہ حضرت ابوبکر کا اگر قرآن سے یہ استدلال نہیں تھا

«۵۰»

حاشیہ

معتبر نہیں بلکہ اُن کی مؤید ٹھہرتی ہے۔ لیکن اس آیت کا اگلا فقرہ جو بطور تشریح ہے یعنی اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ[1] جس پر حضرت ابوبکر کی نظر جا پڑی ظاہر کر رہا ہے کہ اس آیت کے یہ معنے لینا کہ تمام نبی گذر گئے گو مر کر گذر گئے یا زندہ ہی گذر گئے یہ دجل اور تحریف اور خدا کی منشاء کے برخلاف ایک عظیم افترا ہے۔ اور ایسے افترا عمداً کرنے والے جو عدالت کے دن سے نہیں ڈرتے اور خدا کی اپنی تشریح کے برخلاف اُلٹے معنے کرتے ہیں وہ بلاشبہ ابدی لعنت کے نیچے ہیں۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اُس وقت تک اس آیت کا علم نہیں تھا اور دوسرے بعض صحابہ بھی اسی غلط خیال میں مبتلا تھے اور اُس سہو ونسیان میں گرفتار تھے جو مقتضائے بشریت ہے اور اُن کے دل میں تھا کہ بعض نبی اب تک زندہ ہیں اور پھر دنیا میں آئیں گے۔ پھر کیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی مانند نہ ہوں۔ لیکن حضرت ابوبکر نے تمام آیت پڑھ کر اور اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ[1] سنا کر دلوں میں بٹھا دیا کہ خلت کے معنے دو قسم میں ہی محصور ہیں (۱) حتف انف سے مرنا یعنی طبعی موت۔ (۲) مارے جانا۔ تب مخالفوں نے اپنی غلطی کا اقرار کیا اور تمام صحابہ اس کلمہ پر متفق ہو گئے کہ گذشتہ نبی سب مرگئے ہیں اور فقرہ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ[1] کا بڑا ہی اثر پڑا اور سب نے اپنے مخالفانہ خیالات سے رجوع کر لیا۔ فالحمد للّٰہ علٰی ذالک۔ منہ

[1] آل عمران: ۱۴۵

قانون قدرت سے متعلق مرزا قادیانی کی تحریرات آپ کے سامنے ہیں جن سے یہ بات واضح ثابت ہورہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے لیے اپنا قانون بدل بھی سکتا ہے اور دنیا میں ایسا ہوتا بھی رہا ہے

لہٰذا اب ہم یہ ضروری نہیں سمجھتے کہ قادیانیوں کے ان سوالات کا جواب دیں جو کہ عقل کے خلاف ہین جیسا کہ قادیانی لاجواب ہونے کے بعد پوچھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ سلام ناری کروں سے کیسے گزرے؟ حضرت عیسیٰ علیہ سلام آسمان پر کیا کھاتے پیتے ہونگے؟ جو خدا حضرت عیسیٰ علیہ سلام کو زندہ آسمان پر اٹھانے پر قادر ہے وہی خدا آسمان پر ان کی حفاظت کرنے اور انکو خوراک دینے پر بھی قادر ہے لہٰذا قادیانیوں کے یہ سوالات صرف وقت برباد کرنے کے لیے ہیں کیونکہ جس نے حق کو قبول کرنا ہو وہ ایسے بہانے تلاش نہیں کرتا اسی لیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

ہدایت صرف متقیوں کے لیے ہے (القرآن)

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ